قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ستمبر 1993ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو،وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراا پلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

تصوّف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے ، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیّت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضائے الٰہی ہے ۔ قرآن و حدیث کے مطالعے ، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے ۔

(دلائل السّلوک)

ربیع الاول ۱۴۱۴ھ بمطابق ستمبر ۱۹۹۳ء

جلد: ۱۵ شمارہ: ۴

ماہنامہ المرشد

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

لاہور

فہرست مضامین

اداریہ	۳
ذکر الٰہی	۴
قائد الاخوان کا خطاب	۱۰
وقت کی ضرورت	۱۸
مکاشفات	۲۱
آپ اسلام کو کیا دے سکتے ہیں	۲۲
الاخوان کا پہلا اجتماع عام	۳۱
ایڈورڈ دین	۳۵
نظام ربوبیت	۳۷
امن کی بستی	۴۰
سوال آپ کے جواب شیخ المکرم کا	۴۲

بدل اشتراک

فی پرچہ، بارہ روپے

چندہ سالانہ ۱۴۰ تاحیات ۲۰۰۰/-ر

غیر ملکی

سالانہ - تاحیات

سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش ۳۰۰/- روپے - ۳۰۰۰/- روپے

مشرق وسطٰی کے ممالک ۵۰/- سعودی ریال - سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ ۲۰ سٹرلنگ پونڈ - ۱۰۰/- سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا - ۲۵/- امریکن ڈالر - ۲۰۰/- امریکن ڈالر

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور، ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر:۔ پروفیسر حافظ عبد الرزاق، پرنٹرز:۔ طیب جمال، ریٹی گن روڈ - لاہور

جلد ۱۵ شمارہ : ۶

[illegible]

ماہنامہ المرشد

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ

نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اداریہ

مسلمان کے لئے اسلام ایک مضبوط پناہ گاہ ہے۔ اسلام ایک ایسی عمارت ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جسے اب تک دشمن کے ایجاد کردہ تباہی کے تمام آلات مل کر بھی گزند پہنچانے کی استعداد نہیں رکھتے کیونکہ اس قلعہ کا معمار خالق کل عالم خود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت واحدہ کو اس میں آباد کیا۔ اس امت نے اس پناہ گاہ میں رہائش کی تمام شرائط اور ہدایات کو نہ صرف قبول کیا بلکہ ایک ایک فرد نے اپنی زندگی کو اس رنگ میں رنگ لیا اور اپنا مقصد حیات بنا لیا۔ یوں وہ ایک قوم واحد بن گئی ـــــ لیکن اب وہ امت، وہ قوم واحدہ کہاں بکھر گئی بکھر کر کہاں چلی گئی؟ اسلام کے اس قلعے کے اندر تو لوگ اب بھی آباد ہیں لیکن رہائش کے اصول و ہدایات وہ نہیں اس میں اب بے شمار عقائد کے بت سجا دیے گئے ہیں۔ ہر رنگ و نسل نے اپنے اپنے گروہ بنا لئے ہیں۔ اب اس کے مکین ایک امت نہیں ایک قوم نہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ توحید کے پجاری ہر رنگ و نسل کے گروہ اس قلعے کی وراثت کے دعوی دار ہیں اور اپنے اپنے حق وراثت کے لئے آپس میں دست و گریباں ہیں۔ اس امت کی کچھ باقیات بھی اس پناہ گاہ میں موجود ہیں لیکن نہایت قلیل تعداد میں لاغر صحت کے ساتھ اور خوف زدہ حالت میں کہ اپنی بقا کی خاطر کسی نہ کسی بت کے سائے تلے رہنے پر مجبور اور جنت کے خوابوں میں مگن ان کی زندگی گوشہ نشینی اور اعمال و عبادات تک محدود ہیں۔ اسلام کے اس قلعے پر یہ ڈھیر سارے قبضہ گروپ اپنے بے شمار بتوں کو سجائے قابض رہیں گے یا ان کو چیلنج کرنے جذبہ ابراہیمؑ سے سرشار کوئی ہستی بھی پیدا ہو گی؟

تاج رحیم

ذکرِ الٰہی

مجھے بڑی خوشی ہوئی اور اللہ کریم کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے دور دراز آ کر مجھے خوبصورت نماز خوبصورت جگہ خوبصورت مسجد خوبصورت تلاوت اور ایک بہت خوبصورت اسلامی ماحول دکھایا اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ مسلمان اس کفر شرک اور ظلم و جور کے اس تاریک رات میں اللہ کے نام کی قندیل روشن کئے ہوئے ہے یہ بہت بڑا جہاد ہے اللہ کا بہت بڑا احسان ہے میں بھی آپ کی طرح ایک مزدور پیشہ آدمی ہوں کاروباری آدمی ہوں کوئی نامور عالم نہیں ہوں نہ تقریریں کرنا کوئی میرا کام ہے مزدور پیشہ آدمی ہوں کبھی کبھی ملک سے باہر نکلتا ہوں میرے دوسرے دوست میرے ساتھ کے لوگ جو باہر نکلتے ہیں ان کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں کسی اچھے ہوٹل میں ٹھہرے کسی خوبصورت جگہ تو دیکھا کہیں سیر کی میری ترجیح سفر میں یہ ہوتی ہے کہ جہاں جاؤں وہاں کچھ لوگوں سے ملاقات مسلمان بھائیوں سے ہو جائے کوئی مسجد دیکھ لوں وہاں کا ماحول دیکھ لوں کوئی چیز وہاں سے میں سیکھ لوں یا کوئی چیز انہیں میں بتا سکوں میری ملاقات آپ اس معروف دینی لیکچر کے ضمن میں نہیں لیں گے یہی ہماری ایک آپس کی ملاقات ایک میٹنگ ہے جو اللہ نے ہمیں توفیق دی اور ہم جمع ہو گئے اور میں یہ چاہوں گا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے اللہ نے جو توفیق دی ہے میں نے تقریباً ساری دنیا ہی پھر کے دیکھی ہے اور جہاں بھی میں گیا ہوں وہاں مسجد میں اللہ کریم نے مجھے توفیق دی ہے تو میں ضرور گیا ہوں اور دینی محافل میں حصہ لیا ہے یہ میرے نصیب میں تھا جو میں نے نوٹ کیا ہے کہ ہم سے بہت سی باتیں جو چھوٹ گئی ہیں یا چھوٹ رہی ہیں بحیثیت مسلمان ہمیں جس انداز سے سوچنا چاہیے وہ سوچیں ہم سے بڑی حد تک چھوٹ گئی ہیں اور ہم نے عام آدمی کی طرح سوچنا شروع کر دیا ہے حالانکہ ہمارا سوچنے کا ایک خاص انداز تھا مسلمان کی حیثیت سے اسی طرح ہمارے کردار کی ایک خاص لیمٹ تھی بحیثیت مسلمان کیا کرنا چاہیے اسے کس طرح سے کرنا چاہیے لیکن اس سے کافی پیچھے ہٹ کر ایک عام سطح پر آ گئی کہ جو کچھ دوسرے کر رہے ہیں ہم بھی کرتے رہیں اسی طرح عبادات میں جو اہمیت بحیثیت مسلمان تھی وہ نہ رہی اور بہت سے دوست جو ہیں وہ اس سے بڑی حد تک محروم ہو گئے کبھی کسی نے نماز ادا کر لی کسی نے چھوڑ دی کسی سے بالکل چھوٹ گئی یعنی اس طرح سے ہمیں جو محرومیاں تھیں اور جو کمزوریاں تھیں وہ آہستہ آہستہ زمانے کی اس روش کے ساتھ جوں جوں مبارک عہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہوتا گیا جوں جوں فاصلہ بڑھتا گیا ہم میں یہ کمزوری آتی گئی لیکن یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ ہم سے کوئی کام کہ ہم یہ کہہ دیں کہ بالکل چھوٹ گیا ایسا نہیں ہے کہ اگر لوگ نماز نہیں پڑھتے تو آپ دیکھ لیں نماز پڑھنے والے بھی ہیں کچھ لوگ اگر سستی کرتے ہیں حج کرنے میں تو ایسے بھی بہت ہیں کہ جو اس کے لیے بے تاب بھی ہیں لاکھوں مسلمان ہرسال حج کرتے بھی ہیں کچھ لوگ اگر زکوۃ نہیں بھی دیتے تو ایسے بھی بہت ہیں جو بڑی باقاعدگی سے دیتے ہیں یہی حال اخلاقیات میں اور کردار میں ہے کہ کچھ دوست اگر کمزور ہو گئے ہیں تو کچھ دوسرے ایسے بھی ہیں کہ جو اپنے خرچ پر بستر باندھتے ہوئے دوسروں کو وہ احساس دلاتے پھر رہے ہیں کہ یار کچھ کرو یعنی وہ جو کچھ انہیں کرنا چاہیے تھا اسے کچھ زیادہ کر رہے

ہیں کچھ اگر دوست پیچھے رہ گئے ہیں تو کچھ ایسے بھی ہیں کہ بہت آگے بڑھ کر کام کر رہے ہیں اسی طرح جہاد میں اگر ہم میں کمزوری آئی ہے تو ایسے بھی بہت ہیں جو بڑے دور دراز جا کر لڑ رہے ہیں جانوں کے نذرانے دے رہے ہیں اور مقابلہ کر رہے ہیں۔

لیکن ایک پہلو جو قرآن حکیم نے جسے بہت زیادہ ہائی لائٹ کیا ہے جس پر بہت زیادہ انسسٹ INSIST کیا ہے اگر کہا جائے تاکہ قرآن نے اس پر INSIST کیا ہے تو بالکل بجا ہو گا جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے جہاں تک میں نے لوگوں کو دیکھا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے قومی سطح پر اسے چھوڑ دیا ہے اور وہ ہے اللہ کا ذکر ہم نے اس کے بہت سے جواز بہت سے متبادل تلاش کر کے خود کو مطمئن کر لیا ہے مثلاً بہت سے دوست یہ سوچتے ہیں کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور نماز سے بڑا ذکر کیا ہو گا یہ درست ہے نماز اللہ کا ذکر ہے نماز بھی ذکر ہے نماز ہی ذکر نہیں ہے کہ اگر ہم یہ سوچیں تاکہ نماز بھی ذکر ہے یہ تو درست ہے اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے خود قرآن نے نماز کو ذکر اللہ کہا ہے کہ کام کاج چھوڑ کر اس کی طرف آجاؤ لیکن اگر آپ آگے چلیں تو فرماتا ہے نماز کی ایک حد تھی ایک پریکٹس تھی جب وہ مکمل ہو گئی ختم ہو گئی فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل اللہ تو اپنے کام پر واپس جاؤ اپنی روزی اپنا معاش تلاش کرو لیکن واذکروا اللہ کثیرا ۔ ذکر اللہ کا کثرت سے کرتے رہو نماز کو بھی ذکر کہا لیکن جب نماز تمام ہو گئی تو فرمایا جاؤ اپنا کام کاج کرو دفتر والا دفتر میں جائے کاشتکار زمین پر جائے مارکیٹ والا دکان پر جائے جاؤ اپنا کام کرو لیکن کام کے درمیان بھی اللہ کا ذکر کرتے رہو تو پتہ یہ چلا کہ صرف نماز ذکر نہیں ہے کہ نماز بھی ذکر الہٰی ہے لیکن نماز سے ہم فارغ ہو سکتے ہیں مسلمان یاد الہٰی سے فارغ نہیں ہوتا اسے اللہ کا نام دہراتے رہنا چاہیے بہت بڑا کام ہے جہاد کا اور بہت بڑی قربانی ہے میں نے ایسے دوستوں کو دیکھا ہے کہ جو اس ملک سے بھی امریکہ سے بھی مڈل ایسٹ سے ہندوستان سے بنگال سے آکر انہیں ہم نے کابل کے چٹیل سنگلاخ پہاڑوں پر شہید ہوتے دیکھا ہے اس مٹی میں دفن ہو گئے ان کا نام کوئی نہیں جانتا اب ان کی قبر بتانے والا کوئی نہیں کہ اگر ان کا کوئی وارث چاہے کہ ان کی قبر تلاش کر لے تو وہ بالکل ناممکن ہے یہ معمولی قربانی نہیں ہے۔ کہ اتنا دین کا جذبہ ایک شخص میں ہے کہ وہ یہاں سے چلا مڈل ایسٹ سے چلا بنگال سے آیا وہ دنیا کے کسی گوشے سے آیا وہاں اس نے جان تک بہا دی۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس کا مفہوم ہے کہ شہید کے خون کا ایک قطرہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک قیمتی ہے۔ لیکن جب ہم ذکر کے بارے آتے ہیں تو مجاہد کو عین کار زار میں حکم ہوتا ہے۔

مقابلہ آ جائے کسی طاقت کے ساتھ تو جم کر ڈٹ کر کرو واذکروا اللہ کثیرا۔ خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں سرکٹ رہے ہیں لیکن اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تلوار بھی چلاؤ گن فائر بھی کرو مقابلہ بھی کرو لڑائی بھی کرو لیکن ذکر کثرت سے کرتے رہو جہاد ذکر تھا وہ متبادل نہیں ہو گیا کہ جہاد کر رہے ہیں تو وہ ذکر مکمل ہو گیا عین جہاد میں بھی کثرت سے ذکر کا حکم ہو رہا ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تبلیغ کا کام کر رہے ہیں الحمد اللہ یہ بھی تبلیغ ہے جو آپس میں بیٹھے بات کر رہے ہیں یہی تبلیغ ہے کہ ایک دوسرے کو دین کی بات پہنچائی جائے کوئی سن رہا ہے کوئی سنا رہا ہے اور یہ بہت بڑا کام ہے بہت بڑا کام ہے لیکن اگر ہم اسے ذکر کا متبادل سمجھیں تو صحیح نہیں ہے قرآن حکیم نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت نے فرعون جیسے سرکش کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کو ان دو نبیوں کو بھیجا اور یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے نہ صرف قلوب ذاکر ہوتے ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے بدن صرف ذاکر ہی نہیں ہوتے بلکہ دوسرے کو ذاکر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نبی جو ہوتا ہے اللہ کا اس سے کبھی اللہ کا ذکر چھوٹتا نہیں کوئی لمحہ اس کا خالی نہیں جاتا اس کے باوجود حکم ہوتا ہے کہ فرعون سے جب بات کرنے جاؤ تو اللہ بھی کتنا کریم ہے کہ فرعون جیسے سرکش کے لیے بھی

ارشاد فرماتا ہے معاملہ میرا اور بندے کا ہے بے شک وہ حد سے گذر چکا ہے ظلم سے گذر گیا وہ برا ہے لیکن یہ معاملہ اس کا اور میرا ہے آپ میرا پیغام پہنچانا بات اس سے بڑے لطف و کرم سے اور نرمی سے کیجئے گا۔ آپ کا اس نے کچھ نہیں بگاڑا آپ اس پر ناراض مت ہو جائیے گا اس پر گرجیے برسیے گا نہیں اور اسے کافر مشرک نہیں کہیے گا یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے میں اس سے نپٹ لوں گا آپ میری بات نہایت پیار سے اسے پہنچائیے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی بارالٰہا

وہ پہلے مجھے تلاش کرتا پھر رہا ہے میرے قتل کا حکم دے چکا ہے بات سننے سے پہلے ہی وہ قتل کرنے کو لپکے تو ہماری نرمی کس کام آئے گی تو فرمایا۔

میں تمہارے ساتھ ہوں وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تمہیں قتل نہیں کر سکتا تم بات کرو میں دیکھتا ہوں سنتا ہوں ساتھ ہوں تمہارے لیکن ایک بات یاد رہے۔

نبی سے ذکر چھوٹتا نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی دو کام کر رہا ہو تو کسی ایک کی طرف اس کی توجہ زیادہ نہ ہو جائے ہم دو کام کر رہے ہوتے ہیں مثلاً ہم موٹر چلا رہے ہوتے ہیں تو ہمارے پاؤں ایکسیلیٹر کو کلچ کو ہاتھ گیئر پر سٹیرنگ ویل پر ہر اعضاء اپنی اپنی جگہ کام کر رہا ہوتا ہے لیکن ہماری جو توجہ ہے وہ سڑک پہ ہوتی ہے کوئی بندہ پاؤں کو دیکھ کر کہ کلچ دبانا چاہے ایکسیلیٹر کو دیکھ کر دبانا چاہے یا گیئر پر سر جھکا کر رہا اسے دیکھ کر اسے بدلنا چاہے تو وہ گاڑی نہیں چلا سکتا اس کی توجہ پوری جو ہے وہ سڑک پر رہے گی یہ کام ثانوی توجہ ہوتے رہیں گے اللہ کریم نے فرمایا۔

کہ پوری جو توجہ ہے وہ میرے ذکر کی طرف رہے اور ثانوی درجے میں بات فرعون سے کی جائے گی یہ نہ ہو کہ ذکر نبی سے چھوٹتا تو نہیں لیکن فرعون جیسے جابر شخص کے سامنے جا کے آپ علیہ السلام کی زیادہ توجہ اس طرف ہو جائے اور میری یاد ثانوی درجے میں دوسرے درجے میں چلی جائے یعنی پرائمری میں میرا ذکر جو ہے اسے فرسٹ پرائرٹی رہے گی اور دوسرے درجے میں بات اس سے ہو گی یعنی تبلیغ میں بھی جو پرائرٹی ٹاپ پرائرٹی ہے وہ ذکر خفی کو ہے۔

اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ساری باتوں کو جمع کریں ساری خوبیوں کو جمع کریں سارے کمالات کو جمع کریں ساری عبادات کو جمع کریں تو ساری عبادات اور سارے کمالات کا خزانہ ہے ذات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے پاس کوئی کمال ہے تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس سے وہ نصیب ہوا ہے اگر کوئی بہت بڑا اللہ کو ماننے والا خدا کا عاشق ہے تو اسے اللہ کا نام وہیں سے ملا ہے اگر کوئی بہت بڑا مجاہد ہے تو اسے جہاد کا وہ جذبہ وہیں سے ملا ہے اگر کوئی بہت بڑا عابد و زاہد ہے تو زہد و طاعت اسے وہیں سے ملی ہے مخزن و مصدر اگر آپ کہیں تو وہ مجسمہ رحمت الٰہی کہیں تو وہ ذات اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جتنی محنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی زندگی میں پریکٹیکل لائف میں جو محنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حصہ ہے کوئی دوسرا انسان متبادل پیش ہی نہیں کر سکتے زندگی کے ہر شعبے میں عملی طور پر جو محنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور جس دار الکفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی توحید کا اعلان کیا اس کا تصور کر کے آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پورے روئے زمین پر کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں تھا اور بڑی سے بڑی سپر پاورز آج تو ہیں ہی نہیں آج تو نام ہی لیا جاتا ہے سپر پاورز تو وہ قیصر و کسریٰ تھے کہ جب دست بدست لڑائی کا زمانہ تھا کروڑوں کی تعداد میں ان کے پاس سپاہ تھی آج تو اٹامک دور ہے جو پہلے بٹن پش کرلے گا وہی سپر پاورز ہے لیکن وہ زمانہ ایسا نہیں تھا دست بدست مقابلے کا زمانہ تھا افرادی قوت کا زمانہ تھا مادی وسائل کا زمانہ تھا اور لاکھوں کی سپاہ تو قیصر و کسریٰ کے ایک ایک گورنر کے پاس تھی کوئی ان کا نام لیتے ہوئے لوگ لرزتے تھے پھر روئے زمین پر کفر و شرک کا تسلط تھا اور کوئی ایک بندہ اللہ کے نام سے واقف نہیں

تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی توحید کا اعلان
فرمایا اور اس اعلان سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے جزیرہ نمائے عرب میں ایک اسلامی معاشرہ ایک اسلامی سلطنت اور ایک اسلامی آرمی ایک اسلامی عدلیہ ایک اسلامی انتظامیہ ایک اسلامی پبلک اسلامی خواتین اسلامی بچے اسلامی Parents اسلامی Husband اسلامی کاروباری پوری ایک سلطنت جس میں A to Z پوری زندگی جس میں پریکٹس ہوتی تھی وہ پوری اسلامی بنا کر تو سپرد کر کے مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا یہ تھوڑا سا کام نہیں ہے اگر کوئی آدمی بیٹھ کر سوچے سر پکڑ جاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا بڑا مجاہدہ کیا صلی اللہ علیہ وسلم اور اس مجاہدے کو قرآن حکیم نے عجب بیان فرمایا ہے تو بڑے خوبصورت انداز اور پیرائے میں۔

اے کملی پوش راتوں کو اٹھ جایا کرو دن بھر کی مشقت کے باوجود جہاد تبلیغ مقابلے کے باوجود راتوں کو اٹھا کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات اٹھ جائیں اس کو کم کر دیجئے اس پر بڑھا لیجئے لیکن یہ نہ ہو کہ ساری رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھے کا ضرور بہت خوبصورت انداز بہت سکون کے ساتھ بہت ٹھہر ٹھہر کر سمجھ سمجھ کر ایک ایک لفظ کو ڈائجسٹ کرتے ہوئے میرے قرآن کو پڑھا کیجئے۔ یعنی جس ہستی پہ قرآن نازل ہوا اور جس نے ساری دنیا کو سمجھایا خود اسے ذاتی طور پر بھی سکون و اطمینان سے اور اس میں ایک ایک لفظ میں فکر کر کے پڑھنے کا حکم دیا جا رہا ہے

ان ہماری زندگی کا یہ پہلو بھی بڑا عجیب و ویران ہے ہم نے چھوڑ دیا ہے اور اگر ہم پڑھتے بھی ہیں تو جتنے آپ کتنے ہیں رن تھرو Runthrough ایک سرے سے شروع کرتے ہیں اور بھاگتے ہوئے دوسرے سرے میں نکل جاتے ہیں اور قرآن پڑھنے کا جو مطالبہ ہم سے کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ سوچو یہ آواز کیا ہے اس نے کیا کہا ہے کس کا کلام ہے کو کلام ہے اللہ نے نازل کیا کرنے کا حکم

دیا ہے ہم سے بات کرتا ہے اس کی بات سنو بھاگو نہیں اس کی بات نہیں تم سے باتیں کرتا ہے اور یہ بھی فرمایا اللہ کریم نے فرمایا میں جانتا ہوں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر طلوع ہونے والا سورج تیرے لئے نئی محنت نئی مشقت زیادہ سے زیادہ کام لے کے طلوع ہوتا ہے بہت بڑا مشکل دن ہوتا ہے بہت بڑی محنت ہوتی ہے اس کے باوجود اور میں یہ بھی جانتا ہوں میں انسان کا خالق ہوں نیند کو میں نے اس کی کمزوری Weakness اور اس کی ضرورت بنا دیا ہے نیند کے بغیر وہ بے بس ہو جاتا ہے اور راتوں کو اٹھنا بہت مشکل ہے لیکن اٹھنا تو مشکل ہے لیکن رات کی بات مزا دے جاتی ہے اللہ کریم یہ چاہتا ہے کہ جب اس سے لوگ بے خبر پڑے ہوں تو جو اس کی محبت چاہتا ہے اس وقت وہ اس سے بیٹھا سرگوشیوں کے انداز میں باتیں کر رہا ہو وہ چاہتا ہے کہ تھکا ہوا ہو محنت کیا مجاہدہ کیا لیکن رات کو جب سارے غافل ہو جائیں تو جو مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے اسے اٹھ جانا چاہیے راز و نیاز کے لئے رات کی بات کا مزا ہی اور ہے واقوم قیلا۔ رات کی بات مزا دے جاتی ہے اٹھ کر باتیں کیا کیجئے۔

پہلے مجاہدہ آپ کا بہت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ذمہ داری آ رہی ہے مزید اور دن بدن جو ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں وہ اس سے بھی عظیم تر ہیں لیکن اس سب کے باوجود۔

واذکر اسم ربک ۔ اپنے پروردگار کے نام کی تکرار کیا کیجئے یعنی بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نام رحمان و رحیم نہیں یہ جو اللہ کی صفات ہیں اس کا ذاتی نام اللہ ہے جو سب کا جامع ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں لیکر وہ اللہ ہے فرمایا واذکر اسم ربک اب بھی تو نام ہے لیکن ذاتی نام اللہ ہے فرمایا اپنے پروردگار کے ذاتی نام کی تکرار فرمائیے سو بار دو سو بار پانچ سو بار؟ فرمایا نہیں۔

وتبتل الیہ تبتیلا اتنی بار اللہ اللہ کیا کیجئے کہ آپ کے قلب اطہر پر بھی دماغ خالی نہیں صرف اللہ رہ جائے کائنات محو ہو جائے یعنی انقطاع عن الغیر ہو جائے تبتیل کا معنی ہوتا ہے چھیے

رسی ٹوٹ جائے یعنی مخلوق کے ساتھ جو ذہنی قلبی رابطہ ہے اتنی بار اللہ اللہ کیجئے کہ وہ سارے مسدود ہو کر ہر سمت سے بس اللہ ہی رہ جائے۔ یہ اتنا ضروری تھا کہ قرآن حکیم نے نبی علیہ السلام کو جن کا صرف وجود ذاکر نہیں جس زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک رکھا اس کے ذرات بھی قیامت تک ذکر کرتے رہیں گے جو لباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہے وہ ذکر کرتا رہے جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے وہ ذاکر ہو گئی آپ مطالعہ کیجئے سیرت میں آپ کو ملے گا کہ فلاں پتھر نے مجھے سلام کہا فلاں درخت نے مجھے سلام کہا بھئی اس درخت کو پتھر کو صلوۃ و السلام کا شعور کس نے دے دیا وہ ایک ریفلیکشن تھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی کہ ان میں بھی وہ بات آگئی لیکن اس کے باوجود یہ ایک قانون ہے کہ جب حکم اس منتہی انسان کو دیا جاتا ہے جو کسی بھی معاشرے کسی ماحول کسی ملک کا حکمران ہوتا ہے آپ کو اگر اس ملک میں ایک قانون دیا جاتا ہے کہ اس قانون کو اس ملک کا صدر بھی نہیں توڑے گا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ صدر قانون توڑتا پھرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی آدمی یہ سمجھ لے کہ میں اسے نہیں توڑ سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وجود اطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مجسم ذکر الہی تھی۔ یہ حکم دینے سے مقصود یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان یہ نہ سمجھ لے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے تو پھر ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے اور پھر اس کا ایک اور پہلو بھی ہے میں آپ کے سامنے رکھتا جاؤں۔

وہ یہ عجیب پہلو ہے کہ ہر عبادت کے اوقات اور اس کی حدود اللہ نے متعین فرمائی ہیں نماز کے اوقات ہیں اس کے لیے قبلہ رو ہونا لباس کا پاک ہونا باوضو ہونا یہ ساری شرائط ہیں اور جب پڑھ چکے آپ فارغ ہو گئے رمضان ایک خاص مبارک مہینہ ہے روزہ رکھنے کی روزہ افطار کرنے کی حدود ہیں اس کے احکام ہیں حج کا ایک خاص وقت ہے اس کے احکام ہیں زکوۃ کا ایک نصاب ہے لیکن ذکر کے لیے فرمایا کچھ بھی نہیں۔

الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ۔ کھڑے ہوں ذکر کرتے ہیں بیٹھے ہوں اللہ اللہ کرتے ہیں لیٹے ہوں اللہ اللہ کرتے ہیں کوئی وضو کی قید نہیں کوئی سمت قبلہ کی قید نہیں کوئی دوپہر مغرب شام کی قید نہیں ہے بلکہ ذکر دوام کی قید ہے کہ ہر حال میں اور ہر وقت ذکر کرے اور فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جس کا دل میرے ذکر سے غافل ہو یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے اسے سزا دی ہے۔

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا۔ یعنی اس کی نسبت اپنی طرف اللہ نے کی ہے کہ میرے کچھ بندے کوتاہی کرتے ہیں یا گستاخی کرتے ہیں تو میں انہیں سزا یہ دیتا ہوں کہ ان کے دل میں اپنی یاد کو بسنے نہیں دیتا اغفلنا۔ جن کا غافل کر دیا ہم نے جن کے دل کو یہ سزا ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اسے کہ دل میں اللہ کی یاد نہ ہو اللہ کا نام نہ ہو تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیجئے گا اسے یہ نہیں کیجئے گا کہ یہ کیا کہتے ہیں اس کی ضرورت ہی نہیں اس کی بات کو مت سنیئے گا من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کر دیا یعنی اللہ نے اسے محرومی کو اپنی طرف نسبت کی ہے کہ بندے جب مجھ سے دور ہوتے ہیں جب گستاخی کرتے ہیں کوتاہی کرتے ہیں تو میں روک دیتا ہوں انہیں یہ توفیق نہیں دیتا کہ ان کا دل میرا نام لے۔

تو اگر ہم اس موضوع پہ چلتے ہی جائیں چلتے ہی جائیں تو میں نے ایک اور تجربہ بھی کیا ہے کہ بیٹھے بیٹھے کہیں قرآن کریم کو کھولو کسی نہ کسی انداز میں ذکر کا حکم موجود ہو گا۔ آج آپ نے دیکھا درس تھا صبح میں نے ویسے کھول لیا جہاں کھولو وہاں سے حکم نکلا آتا ہے کسی نہ کسی انداز میں۔

تو اتنا زور کیوں دیا قرآن حکیم نے اس لیے کہ بندے اور رب کے درمیان نسبت ہی یہی ہے کہ بندہ اس کا نام دہراتا رہے اور اس کی تجلیات کو اپنے دل میں اتارتا رہے ورنہ بندہ مخلوق ہے

اور وہ خالق ہے یہ اپنے عقل میں اپنے شعور میں اپنے علم سے اپنے ادراک سے اس کو نہیں سمو سکتا اس کا علم بھی فانی اور محدود اس کا ادراک بھی فانی اور محدود اس کا عقل و شعور بھی فانی اور محدود اور اس کی Limitations ہیں Limited ہے اس کی حدیں ہیں اور اللہ حدوں سے بالاتر ہے ایک غیر محدود کبھی حد میں بند کیا جا سکتا ہے؟ کیسے سمجھے گا آدمی اس کی ذات کو سمجھنے کے لیے ایک ہی بات ہے کہ اس کا نام ہمارے دل میں رچ بس جائے دل کی ہر دھڑکن اس کا نام لے دل کی ہر جنبش اس کا نام لے آنے جانے والا ہر سانس اس کا کوئی کیسے ذکر کرتا ہے اس بات کو چھوڑ دیجئے جب اللہ نے پابندی نہیں لگائی میں اور آپ کیوں لگائیں کوئی تسبیح پہ کرتا ہے وہ لیٹ کے کرتا ہے وہ بیٹھا ہوا کرتا ہے۔ صرف وہ حدود باقی رہیں گی۔ جن سے دوسرا کوئی شرعی حکم نہ ٹوٹتا ہو ذکر کی آڑ لے کر آپ احکام الٰہی کو نہیں توڑیں گے اس کی اجازت نہیں دی اللہ نے جو حدود شرعی ہیں ملنے کی بیٹھنے کی آنے جانے کی وہ احکام اپنی جگہ۔

حدود الٰہی کے قریب بھی مت پھٹکو کرنا تو دور کی بات ہے ان کے اندر کوئی گناہ نہیں کرتا کسی کو ڈسٹرب نہیں کرتا کوئی کھپ نہیں ڈالتا کسی کے معاملات میں دخیل نہیں ہوتا اپنے انداز سے جو جس طرح سے ذکر کرتا ہے اسے کرنا چاہیے کرنے دو لیکن کرے تو سہی۔ اور میں نے یہ سمجھا جو میں نے Experience لیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے من حیث القوم یہ بات چھوڑ دی ذکر کے چھوٹنے سے جو ہم میں بہت بڑی تبدیلی آئی وہ یہ آئی کہ ہم جو نمازیں پڑھتے بھی ہیں ان میں وہ قوت نہیں رہی کہ وہ ہماری زندگی کو تبدیل کریں قرآن نے ایک معیار دیا ہے۔

پکی اور یقینی بات ہے کہ نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے نمازیں پانچ ہی پڑھ لیتے ہیں جب مارکیٹ میں بیٹھتے ہیں تو ہم پر کوئی اعتماد نہیں کرتا ہم جھوٹ بولتے ہیں مس ڈیلنگ کرتے ہیں تو کیوں اس نماز نے ہمیں مس ڈیلنگ سے کیوں نہیں روکا۔

There Must Be Some Missing Link اس میں کوئی میسنگ لنک ہے ورنہ اسے روک دینا چاہیے اللہ نے پوری زندگی پوری لائف ٹائم کے لیے ایک دفعہ حج کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ اتنا اس طرح کا یہ عمل ہے کہ جو وہاں حج کے وہ پراسس سے گذرتا ہے وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے آج دنیا میں پیدا ہوا اور اس کی ساری خرابیاں وہ نکل کر وہ خالص Pure بندہ خالص نیک سچا مسلمان بنتا ہے ہم پتہ نہیں کتنے سال حج کر کے ہر بار آ جاتے ہیں اور آتے ہیں تو ویسے کے ویسے ہی ہوتے ہیں ہم سے کچھ نہ نکلتا ہے نہ جاتا ہے کوئی فرق نہیں پڑتا ایک پریکٹس ہے جو ہم ساری کر کے آ جاتے ہیں لیکن کتنے ایسے حاجی ہیں جن پر پریکٹیکل لائف میں ڈیپنڈ کیا جا سکتا ہے نہیں ہیں تو میرا خیال ہے حج سے جو حاصل ہونا چاہیے وہ نہیں ہوا اپنے ملک سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی پچاس ساٹھ ہزار آدمی ہر سال حج پہ آتا ہے تو پچاس سالوں میں میرے خیال میں دو تہائی آبادی حاجیوں کی ہے اعتبار کرنے کو کسی کا جی نہیں چاہتا اس کا مطلب ہے کہ حج کرنے سے تبدیلی کوئی نہ آئی تو اگر تبدیلی نہیں آئی تو اس کا مطلب ہے کہ ہم نے جسطرح سے حج کرنا چاہیے تھا اس میں کوئی کمی رہ گئی ظاہری اعمال تو ہم نے سارے کر لئے تکبیریں بھی ساری کہیں طواف بھی سارے کئے نمازیں بھی پوری کیں عرفات میں بھی گئے کنکریاں بھی ماریں قربانی بھی کی ظاہری طور پر تو سارا جو بھی جاتا ہے کوشش کرتا ہے کہ جو ظاہری احکام ہیں اس نے اتنا سفر کیا اتنے پیسے خرچ کئے اتنی تکلیف اٹھائی کون ہے جو ظاہری احکام تو سارے کرتا ہے کوئی اندر کی جو چیز ہے نا وہ شاید اس میں مس ہے۔

لوگ وہاں بیٹھ کر اپنے باپ دادوں کے قصے بیان کرتے ہیں فرمایا نہیں حج میں بھی اللہ کا ذکر کرو اور بہت شدت سے کرو تو جو میں سمجھ سکا ہوں یہ ضروری نہیں کہ میری سمجھ ہی صحیح ہو آپ مجھ سے کوئی بہتر بات بھی سمجھ سکتے ہو جو میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم من حیث القوم یہ اللہ کے ذاتی نام کی برکات ہیں وہ تھے کہ جہاں گئے وہاں کے لوگوں نے مسلمان ہونا شروع کر دیا ہم

اس سطح پر پہنچ گئے ہیں کہ جہاں اب ہم جاتے ہیں وہاں میلٹ ہو کر ہم ان میں مل جاتے ہیں۔ اب دیکھنا کتنا فاصلہ ہو گیا جزیرہ نمائے عرب سے اٹھے تھے تا مسلمان جس ملک میں کوئی ایک بھی جا کر سیٹلڈ ہو گیا وہاں کا ملک اسے دیکھتے دیکھتے مسلمان ہوتا چلا گیا۔ اب ہم غول کا غول جاتے ہیں پچیس چھبیس لاکھ مسلمان ہیں برطانیہ میں ان کی اگلی نسل میلٹ ہوتی چلی جاتی ہے اس سے اگلی پھر اس سے اگلی پھر چوتھی نسل میں دیکھو تو آپ کو انگریز ملتا ہے کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہتا اس میں نہ کوئی ایشیائی رہتا ہے یہاں آپ دیکھ لیں جو پہلے لوگ آئے تھے جن کی اب تیسری چوتھی پشت یہاں جا رہی ہے اسے آپ تلاش نہیں کر سکتے کہ آپ کا کون تھا آپ تلاش کر کے دکھا دیجئے معاشرے میں کوئی نہیں ملے گا آپ کو۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے ہماری گود کے پلے ہوئے بچے ہمارے سامنے میلٹ ہونا شروع کر دیتے ہیں اور دوسری دھات میں ڈھلنا شروع کر دیتے ہیں ہم انہیں نہیں روک سکتے۔ ہم معاشرے کو کیسے تبدیل کریں گے دوسرے کو کیسے بدلیں گے۔ کیا یہ بات دکھ کی یا درد کی محسوس کرنے کی نہیں ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں مسلمانوں کو کم از کم یہ احساس تو دلا سکوں کہ شاید کوئی ہماری ذکر الٰہی کی محفل ہماری کوئی اللہ کی یاد اللہ کے ساتھ ہماری کوئی Relationship کی پھر سے ہو ہم پھر سے راتوں کو اٹھ کر اس سے باتیں کریں ہم پھر اس کے نام کو اپنے دل میں بسائیں اور ایک کوئی اپنے اندر وہ طاقت کریایٹ Creat کر سکیں کہ ہم دوسروں کو اپنے میں سموئیں ہم خود میلٹ ہوتے ہوئے نہ چلے جائیں یہ تھا سارا تعارف اور یہ ہے میرا بزنس جو میں کر رہا ہوں۔ کہ آپ بھی کریں۔

دار العرفان (میرج سنٹر) راولپنڈی

ساتھیوں کے لیے فی الحال سروس مفت ہے۔

دوست' عزیز' اولاد یا اپنے لئے رشتے کی ضرورت ہو تو مکمل کوائف لکھ کر بھیجئے۔ تمام معلومات کو خفیہ رکھا جائے گا۔ اور مناسب رشتے کے بارے میں آپ سے رابطہ کیا جائے گا۔

قائد

الاخوان کا خطاب

عزیزانِ گرامی میرا آج کا خطاب سربراہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ ملکی ضرورت کے مطابق آج کی بات بحیثیت سربراہ الاخوان پاکستان سے کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں ہمیں اس بات کو دھرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ملک عزیز کو حاصل کرنے کے لیے اللہ کے نام پر غریب مسلمان نے کتنی قربانیاں دیں اور یہ میں غریب کا لفظ ارادۃً" استعمال کر رہا ہوں اس لیے کہ امراء کو چنداں تکلیف نہیں ہوئی۔ تقسیم ملک سے پہلے جو لوگ ہندوستان کی سرزمین پر امیر اور رئیس تھے تقسیم کے بعد بھی یہاں آ کر بھی انہوں نے اس طرح کی جائیداد کارخانے اور چلتے ہوئے کاروبار جو ہندوؤں کے رہ گئے تھے۔ انہیں تلاش کر لیا قربانی غریب نے دی جس کے پاس صرف اللہ کا نام اور اپنا دین تھا جس کے پاس بھاگ کر آنے کے لیے کنوینس نہیں تھی۔ گاڑیاں خریدنے کے لیے رقم نہیں تھی جس کے حکومت کے گھروں میں کوئی تعلقات نہیں تھے وہ لوگ مارے بھی گئے۔ لوٹے بھی گئے۔ ان کے گھر بھی جلائے گئے اور صرف ایک بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب مہاجرین کی آمد ختم ہو گئی تھی اور یہ کہہ دیا گیا کہ اب مکمل ہو گیا مہاجرین کا آنا تو حکومت پاکستان جو اعداد شائع کئے تھے ان میں یہ بات تھی کہ ۸۴۰۰۰ نوجوان بچیاں سفر کے دوران ہجرت کرنے والے قافلوں سے ہندوؤں اور سکھوں

نے چھینی۔ کیونکہ ایک دفعہ حکومت ہندوستان اور پاکستان کے درمیان یہ معاملا اٹھا تھا کہ جو لڑکیاں ہندوؤں کی یہاں پاکستان میں رہ گئی ہوں کسی نے چھین لی ہوں تو وہ انہیں دی جائیں۔ ہندوستان بھیجی جائیں اور جو ہندوستان میں ہوں وہ وہاں سے پاکستان میں واپس لائی جائیں۔ تو اس مطالبے کے لیے جو تعداد حکومت پاکستان نے بتائی تھی وہ ۸۴۰۰۰ ہزار ہے۔ کیونکہ ہندوؤں کی کوئی بچی کسی مسلمان نے نہیں چھینی تھی۔ یہ یکطرفہ کارروائی تھی اس لیے وہ وہیں رہ گئیں۔ دوسری بات یہ تھی کہ چھینی جانے والی کوئی بچی کسی بڑے آدمی کی نہیں تھی۔ جنہیں یہاں آکر وزارتیں ملیں۔ جو یہاں آکر گورنر بنے۔ جو یہاں آکر اقتدار میں شریک ہو گئے۔ ان میں سے کسی کی کوئی بچی نہیں تھی۔ لہٰذا وہ ۸۴۰۰۰ کا فگر تو بتایا گیا لیکن ان میں سے ایک بچی بھی واپس لائی نہیں گئی۔ بات یہاں ختم نہیں ہوتی۔ بات یہ ہے کہ دو سال پہلے میں ایک پاکستانی جاسوس کے حالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنی سرگزشت لکھی لمبی کہانی اس نے لکھی۔ پاکستان سے جانے کی ٹریننگ لینے کی۔ وہاں کام کرنے کی۔ اس میں ایک واقعہ اس نے یہ بھی لکھا کہ ایک دفعہ میں ایک علاقے میں دیہاتیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا وہ دیہاتی سکھ تھے۔ اور آبادی سے باہر ڈیرے میں رہتے تھے انہوں نے مجھے مشکوک سمجھ کر پکڑ لیا اور اپنے جانوروں کی حویلی میں ایک کوٹھے میں بند کر دیا اور کچی مٹی سے دیواریں جو بنائی جاتی ہیں اس طرح کی حویلی تھی۔ تو رات کو دس گیارہ بجے کے قریب ایک خاتون نے ایک درانتی اندر کی اور ہاتھ اندر کر کے مجھے آواز دی کہ یہ لے جاؤ اور اس طرف جو فلاں کونا ہے یہ حویلی کے باہر کی طرف ہے۔ اگر تم اس درانتی سے مٹی کرید کر راستہ بنا کر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ۔ یہ دھت پڑے ہیں اور انہیں صبح سے پہلے ہوش نہیں آئے گی تو کہتا۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ تو اس سکھ کی بیوی ہے اس نے مجھ پر تشدد بھی کیا اور مجھے مار پیٹ کر اس کمرے میں پھینک کر چلا گیا۔ تو یہ مجھ پر اتنی مہربان کیوں ہے۔ تو یہ سوال وہ کہتا ہے میں نے اس سے پوچھ لیا اس نے کہا کہ بیوی تو سکھ کی ہوں لیکن بیٹی مسلمانوں کی ہوں۔ تو اندازہ کیجیے اس بچی کا جسے پچاس سال ہو گئے ایک سکھ کے ساتھ رہتے ہوئے اولاد سکھ کی پال رہی ہے۔ بچیاں بچے سکھ ہیں اور وہ اب بھی مسلمان ہے اور حد یہ ہے کہ وہی غریب ابھی تک قربانی کے لیے بھی تیار ہے۔ آج بھی اس ملک کے لیے کوئی قربانی دے رہی ہے تو وہی بچی۔ جس نے اس ملک کو دیکھا تک نہیں اور جن لوگوں نے یہاں آکر کارخانے لگائے۔ یہاں آکر وہ ارب پتی ہو گئے۔ یہاں آکر وہ ایک عام آدمی سے وزیراعظم پاکستان بن گئے یہاں آکر وہ صدر بنے۔ یہاں آکر انہوں نے حکومتیں کیں۔ انہوں نے اس ملک کو کیا دیا؟ آج ہم جس حال میں ہیں وہ یہ ہے کہ ملک کی تمام سیاسی جماعتیں دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہیں جن میں ایک طرف لیڈنگ پارٹی ہے یا بڑی جماعت مسلم لیگ ہے تو دوسری طرف پیپلزپارٹی ہے باقی سارے طفیلی ہیں۔ کچھ مسلم لیگ اور کچھ پیپلزپارٹی کے مسلم لیگ نے بھی اس ملک پر حکومت کی پیپلزپارٹی نے بھی اس ملک پر حکومت کی۔ میں آج کی بات کر رہا ہوں آج کی مسلم لیگ اس لیے اپنی حکومت تڑوا بیٹھی کہ اس کے کرتا دھرتا دیانتدار نہیں تھے۔ اس میں کوئی شبے کی بات ہے پورے ملک نے پوری اپوزیشن نے اور صدر پاکستان نے اس لیے مسلم لیگ کی اسمبلی توڑ دی کہ یہ بد دیانت ہے۔ یہ خرید و فروخت کرتے ہیں ممبروں کی ووٹ خریدے جاتے ہیں اور ہارس ٹریڈنگ کا لفظ ہماری سیاست میں پہلی دفعہ مسلم لیگ کے الیکشن میں سنا گیا اور مسلم لیگ والوں کے ذمے یہ لگا کہ سب سے پہلے ممبروں کے خرید و فروخت یہاں سے شروع ہوئی۔

دوسری طرف پاکستان پیپلزپارٹی ہے کسی فرد یا کسی کی ذات سے کوئی اعتراض نہیں ہے کوئی غرض نہیں ہے لیکن سوئے اتفاق یہ ہے کہ پیپلزپارٹی کی حکومت بھی مسلم لیگ سے زیادہ نہ چل سکی۔ دو سال بھی پورے نہ کر سکی بائیس مہینے کے بعد اس لیے توڑ دی گئی کہ یہ بد دیانت ہے اور انہوں نے ملکی خزانے کو لوٹا ہے انہوں نے ملکی کردار کو مسخ کیا ہے اور انہوں نے ملک کے

ساتھ دیانتداری نہیں کی بلکہ یہاں تک الزام لگائے گئے کہ انہوں نے ملکی راز تک بیچ دیے ہیں اور کروڑوں روپے ان مقدمات پر خرچ ہوئے جو صدر پاکستان نے پیپلزپارٹی کے سرکردہ افراد کے خلاف ریفرنس دائر کیے لیکن ہوا کیا کہ جب صدر پاکستان کی ناراضگی مسلم لیگ سے ہو گئی تو وہ چور جو تھے وہ وفاقی وزیر بن گئے۔ اگر ان کے ساتھ ناراضگی ہو گئی تو وہ جیل بھی چلے گئے ان کے خلاف مقدمہ عدالت میں چلایا گیا اور دوسرے لوگ برسراقتدار آ گئے۔ تو کیا یہ ملک اس قوم یا اس ملک میں رہنے والے لوگوں کا ہے یا ان چند افراد کی جاگیر ہے کہ یہ جیسے چاہیں اسے ملازم رکھ لیں؟ جسے چاہیں اسے جیل تک بھیج دیں جسے چاہیں جیل سے نکال کر وزیر بنا دیں تو کیا یہ ملک اللہ کی امانت اس قوم اور اس میں بسنے والوں کے لیے ہے یا ان چند لوگوں کی جاگیر ہے۔ میں اور آپ سڑک غلط کراس کرتے ہیں تو چالان ہو جاتا ہے۔ ہم گاڑی غلط جگہ پارک کرتے ہیں تو چالان ہو جاتا ہے اور پولیس گاڑی اٹھا کر لے جاتی ہے یہ چور کو جیل سے لاکر منسٹر بنا دیتے ہیں۔ ان کا کوئی چالان نہیں ہوتا کوئی نہیں پوچھتا ان کا کوئی محاسبہ نہیں ہوتا ہے غریب کو انٹی کرپشن والا پکڑتا ہے پولیس کے حوالدار کو انٹی کرپشن والا پکڑتا ہے پٹواری کو بھی کہ اس نے پچاس روپے رشوت لے لی ہے انٹی کرپشن والا پکڑتا ہے جنگل کے گارڈ کو اور وہاں کے افسروں کو کہ اس نے ۵۰۰ روپے رشوت لے لی ہم نے کبھی کسی اخبار میں نہیں پڑھا کہ کسی محکمے کا سیکرٹری یا کسی وزارت کا وزیر یا ان کے دفتر کا کوئی بندہ جو کروڑوں لیتے ہیں اور ان میں سے کوئی پکڑا گیا ہو کوئی پوچھا گیا ہو حال ہی میں وفاقی سیکرٹری اجلال حیدر زیدی کو جس کے پاس سارے مرکز کے محکموں کا چارج تھا۔ پہلی دفعہ پاکستان کی تاریخ میں ایک ایسا سیکرٹری بنایا گیا۔ جس کے پاس سول ایوی ایشن سے لے کر آرمی تک ملک میں جتنے شعبے ملیں سب کے سیکرٹریٹ کا اوور آل چارج ایک بندے کے پاس تھا اجلال حیدر زیدی۔ اس پر دو ارب روپے کھانے کا الزام لگایا لاہور کے ایئرپورٹ بنانے میں سزا کیا ملی یہ کہ آپ نوکری چھوڑ دیں۔ دو ارب روپے کھا لیے آپ نوکری چھوڑ دیجئے اور دو ارب تو وہ جو ذرے لگ گئے کتنے جنکا کسی نے نام ہی نہیں لیا ہو گا۔ ان کو کوئی جانتا نہیں۔ لیکن ابھی سال بھی نہیں گزرا تھا کہ صدر محترم نے انہیں بلا کر پھر اپنا پریذیڈنٹ کا ایڈوائزر مقرر کر دیا تو کیا یہ ملک کسی عام شہری کا بھی ہے اس پر کوئی حق؟ اس ملک میں قانون صرف عام اور غریب آدمی کے لیے ہے؟ ہمارا یہ اجتماع بین الاقوامی ہے اس میں مشرق بعید سے لے کر مشرق اوسط تک اور یورپ سے لے کر امریکہ تک کے لوگ یہاں موجود ہیں ملک کے چاروں صوبوں کے افراد یہاں موجود ہیں۔ آزاد کشمیر کے لوگ یہاں پر موجود ہیں اور ہم بجا طور پر آپ سب کی طرف سے میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ الیکشن سے پہلے ضروری ہے کہ جن جن لوگوں پر الزامات لگائے گئے ہیں ان کی تحقیق کی جائے یہ کونسا انصاف ہو گا کہ خزانہ امراء کے کروڑوں روپے لوٹ کر وہی بندہ الیکشن پر وہی رقم خرچ کر کے کل کو پھر اسی ملک کا وزیر اور وزیراعظم بنا ہو اس الیکشن کی ریہرسل کی کیا ضرورت ہے اگر محاسبہ نہیں ہوتا الیکشن سے مراد تو یہ ہے کہ آپ آپس میں میز پر بیٹھ کر حصے بخرے نہیں بانٹ سکے۔ اسے اب آپ لڑ کر بانٹنا چاہتے ہیں اور بانٹنا وہی لوگ چاہتے ہیں جو پہلے لوٹ گئے ہیں دونوں تنظیموں دونوں سیاسی دھڑوں میں کونسا سیاسی لیڈر ہے صف اول کا جس پر حکومت کی طرف سے رقم لوٹنے کا الزام نہیں ہے۔ دونوں سیاسی جو دھڑے ہیں صدر مملکت نے اس لیے دونوں کی حکومتیں توڑ دیں کہ دونوں بد دیانت ہیں اور ملک کو لوٹ رہے ہیں ۔ اگر تو صدر مملکت نے اتنا بڑا ظلم کیا کہ دونوں حکومت دیانتدار تھیں اور بلاوجہ توڑ دیں تو کیا صدر مملکت محاسبے سے بالا ہوتا ہے۔ کیا صدر اس لیے ہوتا ہے کہ وہ ملک کی تقدیر سے کھیلا کرے اور ۱۲ کروڑ بندوں کو جب چاہے تباہی کی طرف دھکیل دے۔ کیا کہتے ہیں آپ کیا اس کا محاسبہ ہونا چاہیے؟ یا نہیں؟
(ہونا چاہیئے عوام کا جواب)۔

ہم بجا طور پر مطالبہ کرتے ہیں کہ الیکشن سے پہلے مسلم

لیگ اور اس کے حلیف جتنے بھی ہیں ان میں مذہبی جماعتیں ہیں۔ دینی جماعتیں ہیں یا مشائخ عظام ہیں کوئی شخص محاسبے سے بالا تر نہیں ہے فاروق اعظم کا دامن اگر بیوہ عورت گلی میں پکڑ سکتی ہے تو پاکستان کا کوئی عہدیدار محاسبے سے بالاتر نہیں ہے اگر حکومتیں بد دیانتی کی وجہ سے توڑی گئی ہیں اور یہ بد دیانتی کے مرتکب ہوئے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ملک کا قانون بد دیانت لوگوں کا محاسبہ نہیں کرتا۔ آج جبکہ غیر سیاسی حکومت بنائی گئی ہے۔ آج جبکہ وزیراعظم سے لے کر گورنرز تک صدر سے لے کر وزیروں تک اس شرط پر لگائے گئے ہیں کہ یہ لوگ سیاست میں آئندہ الیکشن میں حصہ نہیں لیں گے اور یہ غیر سیاسی لوگ ہیں تو یہ غیر سیاسی لوگ بغیر کسی کی طرف داری کئے ہوئے ان الزامات کی تحقیق تو کریں جو دونوں جماعتوں پر لگائے گئے ہیں۔ اگر کسی پر غلط الزام لگایا گیا ہے تو اسے باعزت بری کر کے قوم کے سامنے پیش کیا جائے۔ کہ یہ آدمی نیک ہے اس پر بہتان لگایا گیا اور جس نے الزام لگایا ہے اسے بہتان لگانے کی سزا دی جائے۔ اس پر حد جاری کی جائے چوک میں کھڑا کر کے ۸۰ درے مارے جائیں۔ تاکہ ساری قوم کو پتہ چلے کہ یہ شخص الزام تراشی کرتا تھا برائی کی جڑ اوپر ہوتی ہے۔ نیکی کی جڑ نیچے ہوتی ہے۔ زمین میں نیکی نیچے سے شروع ہو کر پھیلتی ہے اوپر چلی جاتی ہے۔ برائی ہمیشہ اوپر سے آتی ہے۔ آپ قرآن حکیم کو دیکھ لیں۔ ہر نبی کی مخالفت۔ ہر نیک عمل کی مخالفت اس کی قوم کے افراد سے شروع ہوئی برائی کی جڑ اوپر ہوتی ہے نیچے آپ پٹواری کو پکڑ لیں۔ پولیس کے حوالدار کو پکڑ لیں گے دو چار بدمعاشوں کو پکڑ لیں تو یہ پتے ہیں۔ کسی درخت کے دس پتے آپ نے کاٹ دیئے درخت کا کیا بگڑا اس کی جڑ تو اوپر مخصوص ہے جو وزیر ہے اس کی جڑ تو اوپر مخصوص ہے جو صدر بیٹھا ہے اوپر یا وزیراعظم کی حیثیت سے بیٹھا ہے یا سیکرٹری کی حیثیت میں بیٹھا ہے اگر آپ دس بندے اس کے لے لیں گے وہ بیس اور بھرتی کر لے گا کیا بگڑے گا اس کا کہ اگر سب جماعتوں کو ایوان اقتدار سے اس لیے نکال دیا گیا کہ وہ بد دیانت ہیں تو پھر ان کا محاسبہ کیا جائے اور اگر کسی پر محض بد دیانتی کا الزام لگایا گیا ہے تو یہ بھی بہت بڑا ظلم ہے کہ کسی بے گناہ کو پوری قوم کے سامنے چور چور مشہور کیا جائے پھر اس کی بات جو ہے اسی طرح نشر کی جائے اور الزام لگانے والوں کو درے لگائے جائیں اور ان پر بہتان اور قذف کی حد جاری کی جائے ہم یہ چاہتے ہیں کہ الیکشن کی جلدی کرنے کی بجائے اگر فوج یہ سمجھتی ہے کہ فوج کے سربراہ نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے اور سب کو آوٹ کر کے کہا کہ فوج اپنی نگرانی میں الیکشن کروائے گی۔ تو پھر فوج اپنی نگرانی میں پہلے محاسبہ کرے اور فوج اپنے کھوئے ہوئے چالیس جرنیلوں کے قاتل تلاش کرے۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پوری فوج کا سربراہ اپنے بہترین جاں نثاروں کے ساتھ ایک ہی حملے میں قتل کر دیا جائے اور پورا ملک جو ہے خاموش ہو اور کسی کو پتہ بھی نہ ہو کہ کیا ہوا ہے۔

ایک لیفٹیننٹ نے ایک آدمی پر ایک گولی فائر کی تھی جس کے نتیجہ میں جنگ عظیم دوم شروع ہوئی تھی۔ ایک ناجائز فائر ہونے والی گولی نے پوری دنیا کو جنگ کی لپیٹ میں دھکیل دیا تھا کیا مسلم قوم اتنی غیرت مند بھی نہیں ہے اور وہ فوج جو اپنے قتل ہونے والے سربراہ کا سراغ بھی نہیں لگا سکی چوروں اور ڈاکوؤں سے کیا کرے گی۔ کیا محاسبہ کرے گی کیا پوچھے گی کیا انصاف کرے گی۔ الیکشن کی سربراہی میں کیا کر لے گی فوج۔ فوج کو چاہیے پہلے اپنا دامن صاف کرے۔ اگر فوج جرنیل کے بھی اس کے مرتکب ہیں تو فوج ان کا محاسبہ کرے۔ اگر کسی سول کی کوئی جماعت اس میں ملوث ہے تو اسے سر میدان سر عام لایا جائے۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم سے لے کر پاکستان کے آخری صدر تک لوگ قتل ہوتے چلے گئے اور یہ واحد ملک ہے جس میں گھر کی چوری ہو جائے تو تفتیش شروع ہو جاتی ہے اسے تلاش کرنے کے لیے اور سربراہان مملکت کا وہاں آج تک سراغ نہیں مل سکا۔ پھر کسی اور دوسرے کو کیا انصاف ملے گا لہٰذا حق یہ ہے کہ آج موجودہ حکومت موجودہ وزیراعظم جناب وسیم سجاد صدر پاکستان ان سب

سے ہماری یہ گذارش ہے کہ ان توڑی جانے والی اسمبلیوں میں جو لوگ تھے۔ ان پر جو الزامات لگائے گئے اور صدر پاکستان کی طرف سے لگائے گئے۔ ان کی تحقیقات کی جائیں جنہوں نے قومی خزانے کو لوٹا ہے ان سے وہ لوٹی ہوئی رقم واپس لی جائے۔ ان کے کارخانے ضبط کئے جائیں۔ ان کی جائیدادیں نیلام کی جائیں اور وہ پیسہ قومی خزانہ میں واپس لایا جائے انہیں الیکشن سے ہمیشہ کے لیے ڈس کوالیفائی کیا جائے کہ ہر بار چور ہی نہ آتے جائیں تاکہ کچھ نئے لوگوں کے لیے پلیٹ فارم خالی ہو اور لوٹی ہوئی دولت پر ووٹ خریدنے والوں سے یہ میدان خالی کرایا جائے۔ دوسرا مطالبہ ہمارا یہ ہے کہ جب الیکشن ہوں تو پاکستان کے قانون میں کانسٹی ٹیوشن میں جو شرائط امیدواروں کے لیے مقرر ہیں ان پر عمل درآمد کیا جائے۔ اس بندے کو الیکشن لڑنے کی اجازت دی جائے جو پاکستان کے قانون کے مطابق لڑنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ ہم اس قانون سے متفق نہیں ہیں ہمارا مشن یہ ہے کہ اس ملک پر اسلام کا قانون نافذ کیا جائے کہ یہ ملک اسلام کے نفاذ کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ الاخوان اس مقصد کے لیے کسی فساد میں ملوث نہ ہونا چاہتی ہے انشاء اللہ۔ کیونکہ ہمارا طریقہ کار یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے اپنے اوپر اسلام کو نافذ کر رہے ہیں اور جو مسلمان ہمارے ساتھ اتفاق کرے گا اسے بھی ہم یہی دعوت دیتے ہیں۔ اسلام کو اپنے باڈی سٹرکچر پہ نافذ کرو۔ لیکن ہمارا ٹارگٹ یہ ہے کہ ایک ایک کر کے ایک ایک نعرے پر اسلام نافذ ہو اور اس ملک پر اسلامی قانون کا نفاذ ہو۔ ہم اس موجودہ قانون کے حق میں نہیں ہیں جو قانون انگریز کا بنایا ہوا ہے۔ جس کے ساتھ صرف تعزیرات پاکستان" کا ٹھپ کا اضافہ کر لیا گیا ہے اس کے باوجود جب یہ قانون ملک میں ہے تو ہم بجا طور پر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس قانون میں جو شرائط امیدواروں کے لیے دی گئی ہیں۔ کہ الیکشن لڑنے کے لیے امیدوار میں تعلیمی کوالیفکیشن ہو یہ کریکٹر ہو گا قومی الیکشن لڑنے کے لیے یہ کوالیفکیشن ہونی چاہیے۔ یہ کریکٹر ہونا چاہیے اور یہ یہ شرائط ہونی چاہئیں جو قانون میں پہلے سے موجود ہے اور جنہیں ہر الیکشن میں معطل کر دیا جاتا ہے کیا بڑے آدمیوں کی جب باری آتی ہے تو قانون معطل ہو جاتا ہے؟ غریب کو پھانسی پر لٹکا کر بھی معطل نہیں ہوتا غریب کے لیے تو اس قانون میں اتنی گنجائش بھی نہیں کہ جج کو ذاتی طور پر یہ علم ہو کہ ہر بندہ بے گناہ ہے تو اسے پھانسی پر لٹکا دیتا ہے کہ شہادتیں اس کے خلاف ہیں میں کیا کر سکتا ہوں۔ ذاتی طور پر جج کو پتہ ہو کہ یہ بندہ قاتل ہے تو اسے بری کر دیتا ہے کہتا ہے کہ شہادتیں جو ہیں اس کے حق میں ہیں۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ غریب کے لیے قانون اتنا مضبوط ہے کہ وہ اپنی مرضی کرتا ہے وہ حقیقت کی طرف نہیں جاتا۔ امیر کے لیے ہر بار معطل ہو جاتا ہے۔ اگر معطل ہی ہونا ہے تو پھر قانون بنایا کیوں گیا۔ پھر اس کی ضرورت کیا ہے۔ لہٰذا ہم بجا طور پر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جب بھی الیکشن ہو ہر امیدوار جو الیکشن میں درخواست دے۔ اس کو اس پیمانے پر پرکھا جائے جو قانون میں پہلے سے موجود ہے اور جو اس کے مطابق نہ ہو اسے الیکشن لڑنے کی اجازت نہ دی جائے کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ (جی ہاں عوام نے جواب دیا)۔

میں نے صرف دو باتیں کی ہیں۔ یاد رکھئے گا اور یہ اس لیے کی ہیں کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم کسی قوم کے ساتھ جو بیت رہی ہو تو اللہ اسے تبدیل نہیں کرتے کوئی قوم رسواء ہو رہی ہے کوئی قوم اس پر ظلم کر رہی ہے کوئی قوم اسے ذلیل کر رہی ہے اس کا مال چھینا جا رہا ہے لوٹا جا رہا ہے رب العزت اس کے مال کو تبدیل نہیں کرتے کیوں نہیں کرتے اس لیے نہیں کرتے کہ جو ظلم کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا وہ بھی ظالم ہوتا ہے اور اس نے ظلم سے سمجھوتا کر لیا ہوتا ہے۔ جب تک وہ قوم خود ظلم کے خلاف آواز بلند نہیں کرتی۔ حتی کہ جو ان کے اپنے اندر ہے جس ظلم کے وہ مرتکب ہو رہے ہیں اس ظلم سے باز آ جائیں۔ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو اللہ مدد کرتا ہے اس قوم کا مال تبدیل ہو جاتا ہے خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال

خود اپنی حالت کے بدلنے کا۔

کیونکہ ظلم کے خلاف آواز بلند نہ کرنا ہی ظلم ہے اور یہ ظلم کے ساتھ سمجھوتہ ہے کہ جو قوم ظالم سے سمجھوتہ کر لیتی ہے اللہ کریم اس پر ظالموں کی حکومت ہٹانے کی نہیں بلکہ آخر میں اس کا بھی محاسبہ ہو گا۔ اس سے بھی پوچھا جائے گا۔ جہاں ظالم کو سزا ملے گی وہاں وہ مظلوم بھی سزا پائے گا۔ جو ظلم کے خلاف احتجاج نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ ظالم کے بچے ہوئے ٹکڑوں میں شریک ہونا چاہتا ہے ظلم کے خلاف احتجاج کون نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو اس امید پر جیتے ہیں کہ ڈاکو تو ہے لوٹ تو رہا ہے کچھ پس خوردہ مجھے بھی دے دے گا چند لقمے میں بھی لے لوں گا۔ خواہ اسے ساری زندگی کچھ نہ ملے لیکن اس امید پر جیتا رہتا ہے کہ اس سے مجھے بھی کچھ مل جائے گا۔ اس امید پر ہم پھر ان ہی چوروں کو ووٹ دیتے ہیں قوم ہماری انہی لوگوں کو پھر الیکٹ کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کو ساتھ لے کے کندھے پر بٹھا کر پھر ایوان اقتدار میں لے آتی ہے اس لیے کہ آدمی سمجھتا ہے کہ میں بھی لوٹ میں شریک ہو گیا ہوں۔ کیونکہ یہ رواج بن چکا ہے۔ کہ بڑے آدمیوں اور بڑے چوروں کو نہیں پوچھا جاتا۔ تو میری گزارش آپ احباب سے بھی یہ ہے کہ خدا کے لیے میں آپ کو کسی کے خلاف نہیں کر رہا کسی کا گھر لوٹنے کا کسی کو پتھر مارنے کا کسی کو گالی دینے کا نہیں کہہ رہا لیکن آپ کو یہ ضرور کہہ رہا ہوں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے قانون کا پابند کریں خدا کا خوف کریں اور ان مسلمان بچیوں کی آبرو کا لحاظ کر لیں جو ابھی تک سکھوں کے گھروں میں رہ کر بھی ابھی تک اسلام سے وفا کرتی جا رہی ہیں اور اپنے حال کو بدلیں۔ ان چوروں کے ساتھ شریک کار نہ ہوں میں پہلے کہا کرتا تھا کہ اگر دو یا تین امیدوار آپ کے پاس ہیں تینوں برے ہیں تو جو کم برا ہے اسے ووٹ دیجئے۔ لیکن میری نظر میں ابھی تک میں نے کم برا کوئی نہیں دیکھا۔ جدھر دیکھا برا ہی برا نظر آیا یعنی اب اس بات سے ہی ہم لوگ گزر گئے ہیں۔ اب کم برے والی بات کوئی نہیں جہاں دیکھو اور جس کو دیکھو اس کے پیچھے حکومت کی طرف سے سرکاری کی طرف سے اتنا بڑا پرچہ لگا ہوا ہے وہاں بھی کھا گیا۔ وہاں بھی کھا گیا۔ یہ بھی کھا گیا وہ بھی کھا گیا۔ تو کیا یہ بڑے لوگ صرف لوٹنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور غریب اس ملک میں صرف لٹنے کے لیے آیا ہے۔ یہ ملک اس لیے بنایا کہ غریب کی آبرو سے امیر کھیلا کرے مزدور کی کمائی پر سیٹھ عیش کرے اور ایک غریب آدمی کی محنت اور مزدوری پر حکمران عیاشی کرے اور داد عیش دے یہی الیکشن کرائیں گے نا لوگ ..... نے کئی لاکھ روپے ایک دن کابل دے کر ۱۶۸-۱۷۰ ممبر پنجاب اسمبلی کے حال ہی میں ان ہوٹلوں میں ٹھہرائے ہوئے تھے اور جہاں مجرا کرنے کے لیے پاکستان کی نامور گانے والیاں آتی تھیں۔ اور جہاں رات گزارنے کے لیے ریڈ ایریا سے لڑکیاں لائی جاتی ہیں۔ اور جنہیں کروڑوں روپے کھلائے گئے۔ یہ میرا اور آپ کا خون پسینے کا دیا ہوا روپیہ جو ہم ٹیکسوں میں تعمیر ملک کے لیے دیتے ہیں اس پر یہاں کنجر کھلائے جاتے ہیں۔ اس پر یہاں ڈانس کروائے جاتے ہیں اس پر یہاں رشوتیں دی جاتی ہیں۔ انہیں ایم این اے کو ہم پھر الیکٹ کریں جو بک گئے تھوڑے روپے لے لیے اور روپے کی خاطر جنہوں نے اپنا دین ایمان اور ضمیر بیچا اور ہزاروں ووٹ بھی بیچے ان ووٹروں کا اعتماد بھی بیچا۔ آج پھر انہی کو ہم ووٹ دیں اور اللہ کا غضب ہو کہ انہیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں تو پھر کیا فائدہ اسمبلیاں توڑنے کا اگر ان کا محاسبہ نہیں ہوتا اگر محاسبہ نہیں ہو گا تو بجا طور پر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اندر بیٹھ کر یہ لوٹ کا مال تقسیم نہیں کر سکے۔ اس لیے اندر سے نکل آئے ہیں اور میدان سے ہو کر پھر جائیں گے کہ کتنے ممبر کس کے ساتھ ہیں اتنا حصہ اس کا حلال ہو جائے گا۔

یہ تو علی بابا اور چالیس چور ہوئے اسمبلی تو نہ ہوئی اور چوروں کی حمایت کرنے والے بھی چور۔ ہم ہر امیدوار کے خلاف یہ تحقیقات کریں گے کہ قانون میں کیا کیا شرائط ہیں اور امیدوار کن کن شرائط پر پورا اترتا ہے اور انشاء اللہ ہم فساد نہیں کریں گے۔ بلکہ اس بندے کو لے کر عدالت بھی جائیں گے اور بجا

طور پر ملک کی ہر عدالت میں ہر ایم پی اے اور ہر ایم این اے کے خلاف ہم کیس فائل کریں گے کہ قانون کے خلاف اس میں یہ یہ خامی ہے اور انصاف کرنا عدالتوں کا کام ہے انصاف کرنا حکمرانوں کا کام ہے۔ لیکن انشاء اللہ الاخوان قدم قدم پر انہیں یاد کرائے گی کہ محاسبہ کیا جائے اور ملکی قانون کے مطابق ان لوگوں کو الیکشن لڑنے کی اجازت دی جائے۔ جو یہ قانون دیتا ہے۔ اگرچہ ہم اس قانون پر متفق نہیں ہیں یہ غیر اسلامی قانون ہے۔ لیکن سب ملک میں ہے تو اس پر تو عمل کیا جائے۔ اگر ہماری قوم اس غیر اسلامی قانون پر عمل کرنے کی جرات بھی نہیں رکھتی تو اسلام کو اپنانے کی جرات کہاں سے ملے گی اور یہ قانون فطرت ہے۔ لوگو! میں اور آپ اس بات کے مکلف ہیں ہم مظلوم ہیں جو ٹیکس دیتے ہیں ہم مظلوم ہیں جو مزدوری کرتے ہیں ہم مظلوم ہیں جو اس ملک کی آبادی کے لیے اپنے بیٹوں کا خون دیتے ہیں۔ ان بڑوں میں سے کس کا بیٹا مرا ۱۹۶۵ء میں۔ کس کا بیٹا مرا ۱۹۷۱ء میں۔ ان میں سے کس کے گھر سے رونے کی آواز آئی ضرورت کے وقت فساد ہوتا ہے تو غریب مرتا ہے پولیس گولی چلاتی ہے تو غریب مرتا ہے آپس کے فساد ہوتے ہیں تو غریب کا گھر جلتا ہے۔ آج تک کسی بڑے آدمی کا گھر نہیں جلا۔ پولیس کی گولی بھی کسی بڑے آدمی کو نہیں لگی مولانا فضل الرحمان اور نوابزادہ نصراللہ خان قیادت کر رہے تھے جلوس کی پیپلزپارٹی کے زمانے میں پولیس نے گولی چلائی جو قیادت کر رہے تھے اتنی سیانی گولی ہے ان کو چھوڑ کر پیچھے جو غریب تھے ان کو چاٹ گئی آگے آنے والے بڑے آدمیوں کو گولی نہیں لگی۔ پیچھے جو غریب آ رہے تھے ان کو چاٹ گئی۔ بھٹو صاحب کے خلاف جب تحریک چلی تھی کوئی پیر کوئی مولوی کوئی علامہ کوئی سیاست دان نہ زخمی ہوا نہ جیل گیا نہ اسے گولی لگی مدرسوں کے طالب علم سڑکوں پر مارے گئے غریب ماؤں کے مزدور بیٹے سڑکوں پر مارے گئے۔ پولیس کی گولی بھی انہی کو لگتی ہے۔ ظالم کی گولی بھی انہی پر چلتی ہے یہ کیا انصاف ہے کسی بڑے آدمی کی کسی وزیر کی گاڑی آج تک روکی نہیں گئی سڑک پر غریب کی بیوی بچے بس میں بیٹھے ہوتے ہیں اسے روک کر موڑ لیا جاتا ہے کوئی دیکھنے والا نہیں کیا اس کا نام اسلامی ملک ہے؟ آج تک کسی شخص کی کسی وزیر کسی نواب اور کسی خانصاحب کی گاڑی روکی گئی کسی سڑک پر؟ اور کس کے بچے لوٹے گئے بتائیے؟ یہ ساری مصیبت صرف اس تصور پر کہ ہم اس ملک کے کارکن ہیں۔ مزدور ہیں۔ جان ہیں اس کی تو لوگو اگر آپ اس ملک کی جان ہیں تو اس کی حفاظت آپ کے ذمے بھی ہے۔ آپ پر واجب ہے۔ اس ملک کی آبرو ہماری آبرو ہے۔ اس ملک کا مال ہمارا مال ہے۔

یہ ہمارا ملک ہے اور ہم اس پر ظالموں کو بار بار عیش نہیں کرنے دیں گے۔ اس کے لئے ہم کوئی غیر قانونی راستہ نہیں اختیار کرنا چاہتے کسی جگہ احتجاجی جلوس نہیں نکالنا چاہتے کسی غریب کی دوکان کسی مفلس کی گاڑی مت جلاؤ کہ جس نے بیوی کا زیور بیچ کر قسطوں پر لی ہے اس کا قصور نہیں ان لوگوں کے محاسبے کا مطالبہ کرو جنہیں صدر پاکستان نے چور کہہ کر پیپلزپارٹی کی حکومت توڑی مسلم لیگ کی حکومت توڑی کیوں چوروں کی تحقیق نہیں کی جاتی اب اگر غیر جانبدار حکومت ہے تو ہمارا مطالبہ ہے کہ پہلے ان الزامات کی تحقیق کی جائے اور اگر واقعی وہ ہیں تو لوٹی ہوئی دولت واپس لائی جائے میں امریکہ گیا اللہ کی قسم دل جلتا ہے میری لینڈ گیا وہاں میں بالٹی مور ٹھہرا تو میری لینڈ میں وہ بہت بڑا ہسپتال ہے جان ہاپکنز جہاں محمد خان جونیجو فوت ہوئے تھے ہمارے دل میں ایک احترام ہوتا ہے حکمرانوں کے لئے سیاسی لیڈروں کے لئے علماء کرام کے لئے یا کوئی بھی کسی شعبے کا بندہ ہو تو ہمارے دل میں عام آدمی کے دل میں ایک احترام ہوتا ہے میں نے اس پیار کی غرض سے ان ڈاکٹروں سے پوچھ لیا کہ بھئی ہمارے وزیراعظم صاحب یہاں فوت ہوگئے تو انہیں کیا تکلیف تھی کیا بیماری تھی کیا علاج ہوا اس کا اتنا کونسا شدید مرض تھا کہ اچھا بھلا چلتا پھرتا بندہ آپ نے مار کے بھیجا تو کہنے لگے یہاں تو کوئی محمد خان جونیجو نہیں آئے تو عجیب بات حیرت کی بات ہے کہ ایک سابقہ وزیراعظم ہے اتنے بڑے ملک کا وہ کوئی عام آدمی تو نہیں تھا تو ڈاکٹر کہنے لگا کمپیوٹر سے

دیکھ کر بتا سکتے ہیں علم میں تو نہیں ہے محمد خان جونیجو نام کا کوئی آدمی۔ دوسرے دن آیا تو اس نے کہا جناب یہاں آئے تھے کمپیوٹر میں ایک لائن کی رپورٹ ہے محمد خان جونیجو کی آپ اگر تلاش کرنا چاہتے ہیں تو کمپیوٹر نمبر ۲۶۰۱۴۳۸ ہے مجھے وہ زبانی یاد ہوگیا پڑھتے پڑھتے تو اس کمپیوٹر نمبر پر جب ہم نے کمپیوٹر کو آرڈر دیا کہ اس مریض کی ہسٹری بتاؤ تو اس نے بتایا کہ وہ تو بکس بی جان ہے اور امریکہ کا شہری ہے اس کا یہ مرض تھا اس کا علاج ہوا اور فلاں تاریخ کو مرگیا یہاں ہم غریب غائبانہ جنازے پڑھتے رہے وہ یہودی نام لے کر مرا اس لئے کہ بکس بی جان کے نام پر امریکہ میں اس کے اکاؤنٹس ہیں بنک بھرے ہوئے ہیں وہ امریکہ کا شہری ہے وہ بکس بی جان ہے قوم یہودی ہے تو کیا کبھی نہ پوچھا جائے وہ اپنی جاگیر آم بیچ کر اتنے پیسے نہیں کما سکتا تھا جن کے لئے اسے بکس بی جان بننا پڑا یہ پاکستان کا خون بیچ بیچ کر وہاں جمع کرواتا تھا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے حکمرانوں میں سب سے غریب دیکھائی دینے والا۔ سب سے شریف اور وہ جو کہتا تھا رشوت بھی ختم کر دیں گے جمہوریت لائیں گے اس کا یہ کارنامہ ہے کہ اس نے اپنا نام یہودیوں جیسا رکھا وہاں جا کر یہودی بن گیا یہودی پاسپورٹ لیا یہودی نام پر ہسپتال میں داخل ہوا۔ یہودی دین پر مرا۔ یہاں ہمارے اوپر بوجھ بھی بن گیا۔ سرکاری خرچ پر جہاز اسے اڑے پھر رہا ہے اور اس کی میت اٹھائے پھر رہا ہے اور غریب کو کہتے ہیں غائبانہ نماز جنازہ پڑھو شاباش یعنی اتنا ہی جرم ہے غریبی کہ تم کافر ہوکر مرو تو بھی ہم مجبور ہیں کہ تمہارے جنازے پڑھیں۔ اور کافر کیوں ہو گئے؟ غریب کا لوٹا ہوا خون چھپانے کے لیے کیوں ان باتوں کی حکومت تحقیق نہیں کرتی کیوں بکس بی جان کے اکاؤنٹس کا آڈٹ نہیں کروایا جاتا کیوں بکس بی جان کی جائیداد پاکستان میں جو ہے اس سے وصول کیوں نہیں کیا جاتا۔ ۲۔۳ سو ارب روپے کی فیکٹریاں لگ گئی ہیں ۱۸ ماہ کے دور حکومت میں۔ ان کا محاسبہ کیوں نہیں کیا جاتا کیوں ان لوگوں کا محاسبہ نہیں کیا جاتا جنھوں نے اربوں روپے کے قرضے لیے اور غریب نے جو دس دس روپے جمع کروائے تھے وہ دیوالیہ ہو گئے۔ پورے پاکستان کے غریبوں نے پیٹ کاٹ کاٹ کر دو دو سو روپے چار چار سو روپے ۵۔۵ ہزار دس دس ہزار بیس پچیس ہزار جمع کروائے اور ان بڑوں نے ۳۵۔۳۵ کروڑ کا قرضہ ایک ایک نے لیا اور وہ دیوالیہ ہو گئے۔ پیسے ضائع ہوئے غریب کے اور یہ کھا گئے تو کیا ہو۔ اس قابل ہیں کہ اس لوٹی ہوئی رقم پر دوبارہ الیکشن لڑ کر پھر ووٹ خرید کر اور پھر بھی ایوان اقتدار میں ہوں تو کیا ایسا ایوان اقتدار ہمارے لئے قابل قبول ہے؟ کیا یہ اسلامی ملک کا ایوان اقتدار ہے اور یہ اسلامی حکومت ہے اور مجھ سے بعض دوست پوچھ رہے تھے کہ حالات بدلیں گے؟ کیسے بدلیں گے بھائی جب تم نہیں بدلتے ہو۔ حالات بدلنے کے لیے آواز بھی نہیں اٹھاتے ہو تو کیسے بدلیں گے۔ کون بدلے گا۔ تو ہمارا آج کا یہ جمعۃ المبارک کا اجتماع اس بات کا عہد کرتا ہے کہ ہم اپنی پوری دیانت سے آخری دم تک قانون کے اندر رہتے ہوئے اس برائی کے خلاف جہاد کریں گے۔ انشاء اللہ۔

جو شخص بھی درخواست دے گا ایم پی اے ۔ یا ایم این اے کے لئے اس کے حلقے کے ساتھیوں سے میری درخواست ہے کہ قانون کی وہ شقیں میں آپ کو مہیا کر دوں گا آپ کا مرکز آپ کو مہیا کرے گا کہ موجودہ قانون کیا شرائط عائد کرتا ہے صوبائی اسمبلی کے ممبر پر قومی اسمبلی کے ممبر پر اس کے مطابق اس بندے کو عدالت میں لے جائیں اور عدالت سے کہیں کہ جناب اس میں یہ شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ اسے روک دیا جائے نہ روکے یہ عدالت کی مرضی۔ لیکن ہم اپنا حق ضرور ادا کریں گے۔ اور پورے ملک میں انشاء اللہ لیکن اس سے پہلے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ یہ جو غیر سیاسی حکومت ہے یہ از راہ کرم ان الزامات کی تحقیق کرے جن الزامات کی بنیاد پر اتنے بڑے ملک کی حکومتیں توڑ دی گئیں کہ اتنی چوری ہو رہی ہے اتنی لاقانونیت ہو رہی ہے کہ یہ حکومت توڑ دی جائے تو پھر توڑ کر اسے چھوڑ کیوں دیا جائے۔ اس چوری کی تحقیق کیوں نہ کی جائے۔لوٹا ہوا مال برآمد نہ کیا جائے اور ملکی خزانہ اگر خالی کر دیا گیا ہے تو وہ لوٹ کا مال واپس

لے کر اسے بھرا کیوں نہ جائے۔ ایک غریب آدمی نے کیا قصور کیا ہے کہ وہ پیسے لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ اور پھر راتوں رات نوٹ چھاپ دیئے روپے کی قیمت کم کر دی غریب نے ۵۰۰ بنک میں جمع کروایا تھا اسکی ویلیو ۲۰۰ رہ گئی انہوں نے نوٹ چھاپ کر وہ کمی پوری کر لی۔ غریب نے ۵۰۰۰ جمع کروایا تھا تو ڈی ویلیوایشن ہو گئی اس کے پاس پھر ۲ رہ گئے۔ یعنی پھر غریب ہی لوٹ کردہ لوٹ پوری کرے جو بڑے آدمی لے گئے ہیں۔ یہ انصاف نہیں ہے۔ اس لوٹ کو بند کیا جائے اور میری آپ حضرات سے درخواست ہے کہ خدا کے لیے پچاس سال نصف صدی ہو گئی ہے آپ کو ظلم برداشت کرتے کرتے آخر کب تک؟ ظلم کا برداشت کرنا بھی ظلم میں تعاون ہے اور میں بر سر ممبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر اللہ کے گھر بیٹھا ہوا بڑا واشگاف الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ ووٹ دینے کی باری تو بعد میں آئے گی۔ ووٹوں کے لیے جو شخص کھڑا ہو گا پہلے ہم اس کا محاسبہ کریں گے اسی قانون کے مطابق جو ملک میں رائج ہے۔ انشاء اللہ العزیز اور میری درخواست ہے کہ تنظیم کے عہدیدار ان مطالبات کو تحریری شکل میں اور اس اجتماع کی آواز پریس کے ذریعے اخباروں کے ذریعے ایوان اقتدار تک پہنچائیں۔ اللہ کریم ہمیں حق کہنے کی۔ حق پر عمل کرنے کی اور حق کے ساتھ زندہ رہنے کی اور حق پر مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثما آمین

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

دعائے مغفرت

تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

۱۔ دارالعرفان کے صوبیدار عبدالغفور کے والد محترم ۸ اپریل ۱۹۹۳ء کو وفات پا گئے ہیں۔

۲۔ سرگودھا کے حافظ غلام نبی کے والد وفات پا گئے ہیں۔

وقت کی ضرورت

رشید احمد پاکستانی

"دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا!"

پیشتر اس کے کہ میں ایک ووٹر کی حیثیت سے کچھ عرض کروں آپ سب حضرات جاننے کا حق رکھتے ہیں کہ میں کون ہوں اور میں آپ سے کس حوالے سے مخاطب ہونے کی کوشش کر رہا ہوں؟ تو جناب عرض ہے کہ میرا تعلق موضع بدلوٹ شریف شہیداں ضلع جہلم سے ہے۔ ملٹری کالج جہلم میں تعلیم پائی۔ ۱۹۴۳ء میں آفیسر کیڈٹ بنا اور پھر لیفٹیننٹ کرنل رینک اور ستارہ جرات کے ساتھ ۱۹۷۴ء میں باعزت ریٹائر ہو کر اب تک ایک مسلمان اور پاکستان کی حیثیت سے زندگی گذار رہا ہوں۔ ہم نے تحریک پاکستان کو ابھرتے پاکستان کو بنتے اور بگڑتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم نے پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں پاکستان کی تعمیر و استحکام میں حصہ لیا۔ قائد اعظمؒ کو دیکھا سنا اور دل سے اپنا لیڈر مانا! پاکستان کا بن جانا ایک ایسا معجزہ ہے جس پر ہم اللہ کا جتنا بھی شکر بجا لائیں وہ کم ہو گا۔ ہم نے دلی دیکھی دلی والے دیکھے گورے دیکھے کالے دیکھے۔ متعصب گورے۔ سکھ۔ مرہٹے۔ برہمن۔ کھشتری ہندو لالے دیکھے۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہنے والے دیکھے۔ پھر پاکستان بن کر رہا اور پھر ہم نے

خون کے بہتے دریا ندی نالے دیکھے پاکستان کی ساری جنگیں لڑی شہید اور غازی دیکھے سیکولر نظاموں اور سیکولر حکمرانوں کے تباہی و بربادی کے اب تک کارنامے دیکھے۔ پاکستان کو سیکولر رکھنے اور توڑنے والے دیکھے۔ اور اب تو موجودہ سیکولر آئین کے لوٹے اور گڈریاں اور منافق دیکھے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ پچھلے ۴۶ سالوں میں ہم مسلسل اقتدار کی جنگوں کی بدولت منافقتوں کی بدولت سیکولر ۵۶۔ ۶۲۔ ۷۳ اور ۸۵ کے آئینوں کی بدولت۔ سیکولر ۵۳۔ ۶۹ اور ۷۷ کے مارشل لاؤں کی بدولت۔ مخلوط اور غیر مخلوط دھاندلی زدہ الیکشنوں کی بدولت۔ بونے۔ منافق۔ مفاد پرست۔ بزدل حکمرانوں کی بدولت۔ صوبائیت۔ لسانیت علاقائیت اور فرقہ پرستی کی بدولت وطن عزیز نے پاکستان کو مغربی جمہوریت کی آڑ میں ہم نے اب تک مکمل پلیدستان اور کفرستان بنا کر رکھ دیا ہے جہاں آپ کو ہر قسم کی لوٹا جماعت ملے گی۔ ہر قسم کا لوٹا لیڈر آپ کو ملے گا۔ تین جنگوں کے بعد بھی ہم اپنی شہ رگ کشمیر حاصل نہیں کر سکے ۔ فوجوں کو لڑانے والے ملک تڑانے والے ہمارے ہیرو بنے۔ ہمارے اب تک کے سب سلوگن پاکستان کا مطلب کیا لا الہ اللہ۔ ایمان۔ اتحاد۔ تنظیم۔ روٹی کپڑا مکان۔ نظام مصطفیٰ کی جھوٹی تحریکیں۔ ایمان' تقویٰ' جہاد فی سبیل اللہ مومن اور ضرب مومن اور جہاد کے اب تک کے سب نعرے ہماری نمازیں روزے۔ زکوتیں حج اور عمرے' سیکولر نظاموں۔ سیکولر الیکشنوں کی بدولت اور منافق روایتی حکمرانوں کی بدولت ہمارا سب کچھ اب تک بے معنی ہو کر رہ گیا ہے اور آج ہم میں سے ہر ایک مکمل منافق بن چکا ہے۔ ان میں خامیوں اور خرابیوں کی بدولت ملت اسلامیہ کا بھٹہ بیٹھ چکا ہے۔ ۵۰ ممالک اور ۱۰۰ کروڑ کی آبادی کے باوجود بھی ہم سب مٹی کا ڈھیر ہیں کیونکہ نہ ہم مکمل اسلامی نظام اپناتے ہیں متحدہ بلاک بنانے کی خاطر اور نہ ہی ہم اسلام کو مکمل طور پر خیر باد کہتے ہیں۔ مغربی فلسفے کے پیرو بن کر ہم اسلام جو مکمل دین ہے کو بھی ذاتی مسئلہ بنا کر ہمارے دین کو ہمارے سیکولر حکمران کھڈے لائن لگا کر رکھنا چاہتے ہیں جب تک ان کا بس چل سکتا ہے۔

ہمارے دشمن تو ہر گز نہیں چاہتے کہ ساری ملت اسلامیہ نظام مصطفیٰ کے تحت اس منافق جمہوری دور میں متحد ہو کر اور ثانی اثار اس کے مقابلے میں لیڈری کا دعویٰ کرنے لگے۔

یاد رہے کہ اسلامی ممالک میں سیکولر حکمرانوں اور سیکولر نظاموں کا دور اب لد چکا ہے۔ اب اسلامی ممالک کے بوسیدہ نظاموں اور کرپٹ اور منافق حکمرانوں کو جیسے بھی ہوا نہیں جلد سے جلد اسلامی نظاموں اور مومن حکمرانوں کے لیے جگہ خالی کرنی ہو گی ورنہ سنت رسول کے پیروکار اس جمہوری دور میں بذریعہ جہاد نظام مصطفیٰ لگا کر ہی دم لیں گے۔ سب نوشتہ دیوار پڑھ لیں! اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے آنے والے دور کو دنیا کی کوئی طاقت بھی نہ روک سکے گی بین الاقوامی اور مقامی حالات یعنی کشمیر' فلسطین' افغانستان' سنٹرل ایشین اسلامی ممالک بوسنیا اور دیگر اسلامی دنیا کے حالات اور اپنے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ نظام مصطفیٰ اپنا کر۔ مومن لیڈرز کو اوپر لا کر سنت رسولؐ کے جہاد کے فلسفے کو مظلوم مسلمانوں اور ماؤں بہنوں کی داد رسی کی خاطر پھر سے اپنایا جائے۔ ہمیں ڈرایا جاتا ہے کربلا بپا ہو گا کہ ہمارے دشمن بہت طاقتور ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" یزیدیت مر کے رہے گی اور حسینیت اور سچ کی ہمیشہ جیت ہو کر رہے گی خواہ کتنی ہی کیوں نہ قربانیاں دینی پڑیں۔ فلموں کے ولن ہاف ٹائم تک چھائے رہتے ہیں پھر ہاف ٹائم کے بعد ہیرو ولن پر چھا جاتا ہے جو سچ۔ ایثار۔ محبت اور قربانی کی علامت ہوتا ہے جس کے جیتنے پر پکچر قانون فطرت کے مطابق کامیاب قرار دے دی جاتی ہے۔ ولن اگر جیت جائے تو فلم فیل ہو جائے۔ پاکستان کے ولنز! اب ۴۶ سال تک لوٹے بن کر پاکستان کو خوب لوٹ چکے ہیں اب اگر مومن بولنا چاہیں تو سب ولنوں کی حالیہ انتخابات کے دوران چھٹی کرائی جا سکتی ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں اپنا مخلصانہ اور مومنانہ مشورہ پیش کروں ایک اور وضاحت پیش کرنا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ

کہ میں سب لیڈران اور پارٹیوں کا انفرادی سطح پر اعتراف کرتا ہوں میری نہ کسی کے ساتھ دوستی ہے اور نہ ہی دشمنی۔ میں کوئی سیاسی یا مذہبی لیڈر بھی نہیں ہوں۔ نہ ہی میں کسی طرح کا سیاسی یا لیڈر ممبر بننے کی خواہش رکھتا ہوں۔ میں خوشی سے پاکستانی بنا ہوں لہٰذا پیارے اسلام اور پیارے پاکستان کے لیے تن۔ من۔ دھن سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمیشہ تیار ہوں گا بے لوث اور با اصول دعا گو لہٰذا میری اخلاقاً" پارٹی اسلام اور پاکستان ہے پہلے دن سے اور آج تک بھی اصولی طور پر سیکولر نظام کے تحت نہ کبھی مومن پیدا ہو سکیں گے اور نہ ہی کبھی ہم ضرب مومن لگا سکیں گے۔ نہ ہی میڈیم نور جہاں کے ملی نغمے راتوں رات لڑائی سے پہلے یا لڑائی کے دوران منافقوں کو مومن بنا سکیں گے۔ نہ ہی بے عمل سیاست دانوں اور بے عمل علماء کے لیکچرز اور وعظ پیدا کر سکیں گے۔ مومن تو نظام مصطفیٰ کے تحت مومن لیڈر ہی سنت رسولؐ پر چل کر مومن پیدا کر سکیں گے اور پھر مومن لیڈر ہی ضرب مومن لگانے کے داعی بھی بن سکیں گے۔ سیکولر رہ کر ہم اپنے آپ کو اور عوام کو کب تک دھوکہ دیتے رہیں گے بوگس اور منافق برائے نام کے مومنوں سے نہ کوئی ڈرتا ہے نہ ہی وہ کوئی فتوحات حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ تو مسلمہ اصول ہے کہ جس عمارت کی بنیادیں کمزور یا ٹیڑھی ہوں گی تو اس کی منزلیں بار بار گرتی رہیں گی۔ ساتھ ہی جہاں بھی نظریاتی ہم آہنگی اور مقاصد کی ہم آہنگی نہیں ہو گی تو نظریہ ضرورت کے تحت' بنائے گئے اتحاد زیادہ دیرپا کبھی بھی نہ رہ سکیں گے اور شاید یہی وجہ ہے کہ نہ ہی پاکستان میں سیکولر نظام زیر مغربی جمہوریت اب تک منظم کیا جا سکا ہے آج بھی لاہور میں مینار پاکستان کے سامنے بڑی دیوار پر سڑک کے اس پار یہ مشہور نعرہ لکھا ہوا ملے گا کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ "لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" جس کا یقیناً معنی اسلامی قرآن و سنت کا نظام ہی بنتا ہے اور مغربی سیکولر ازم یا سوشلزم ہرگز نہیں بنتا! لیکن پچھلے ۴۶ سالوں سے پاکستان کو سیکولر نظاموں اور سیکولر مارشل لاؤں کے تحت ہی چلایا جا رہا ہے۔ اب تک کئی بار ملکی نظام ٹوٹ چکے ہیں تو کئی بار مارشل لاء لگ چکے ہیں تو کئی بار اسمبلیاں توڑی جا چکی ہیں مختلف آئینوں۔ مارشل لاؤں اور آٹھویں ترمیم کے تحت ہمارے سب بحرانوں کی اصل وجہ اقتدار کی مسلسل جنگ۔ نظام مصطفیٰ کے ساتھ حکمران طبقوں کی مسلسل منافقت اور سیکولر ازم کے ساتھ دائمی مفارقت ہے۔ حکمران طبقوں کو سیکولر مغربی جمہوریت سوٹ کرتی ہے تو غریب طبقوں کے مسلمانوں کو نظام مصطفیٰ سوٹ کرتا ہے لہٰذا ۴۶ سال بعد اب اس دفعہ ووٹ کے ذریعے یہ فیصلہ ہو جائے کہ عوام کی اکثریت نظام مصطفیٰ چاہتی ہے یا خواص کا منظور نظر سیکولر جمہوری نظام! وطن عزیز میں اب دورنگی کو ختم کرنا اشد ضروری ہو گیا ہے تاکہ مزید وقت ضائع کئے بغیر نظام مصطفیٰ کے لیے جہاد کے خون خرابے سے بچا جا سکے بروقت خوشی سے مومن بن کر اور منافقت کو ہمیشہ کے لیے دیس نکالا دے کر سب سیاسی جماعتوں کے تعمیر و ترقی کے منشور تقریباً" ایک جیسے ہیں۔ بڑا اختلاف جو موجود ہے وہ سیکولر جمہوری نظام اور نظام مصطفیٰ کے اوپر ہے۔ لہٰذا میں سب مسلمان سیاسی جماعتوں اور مسلمان ووٹروں سے اپیل کرتا ہوں کہ اب کے الیکشنز میں نظام مصطفیٰ اور سیکولر جمہوری نظام کے سلسلے میں دو ٹوک فیصلہ ہو جانا چاہیے تاکہ وطن عزیز میں منافقت اور دورنگی کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر کے سب بیماریوں اور بحرانوں کی جڑ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کاٹ دیا جائے۔

بیلٹ پیپر پر قرآن پاک بنا ہوا ہو اس پر ووٹر O یا X لگا دے۔ ووٹوں سے پہلے سب سیاسی جماعتیں سیکولر ازم اور نظام مصطفیٰ پر اپنے منشور کے مطابق دو ٹوک طریقے سے بٹ جائیں تاکہ ووٹرز کے لیے سیاسی جماعتوں کے منشور اور ممبران کی نظاموں سے وابستگی واضح ہو جائے۔ اگر ووٹرز نے نظام مصطفیٰ کے حق میں فیصلہ دے دیا تو پھر اصولی طور پر نظام مصطفیٰ لگانا پڑے گا قو

مکاشفات

مولانا محمد نصر الدین

روحانی تربیت کے لیے اپنے کچھ سوال استاد المکرم جناب مولانا محمد اکرم کی خدمت میں بیان کئے۔ انہوں نے نہ صرف کہ تربیت فرمائی بلکہ اجازت بھی مرحمت فرمائی کہ عام ساتھیوں تک بات پہنچ جائے۔

سوال :۔ کچھ عرصہ سے میں آپ کو دربار نبوی میں حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب کے ساتھ کرسی پر بیٹھا دیکھتا ہوں اور ساتھ میں ایک اور کرسی خالی پڑی ہے۔ خالی کرسی کس کے لیے ہے اور آپ دنیا میں ہوتے ہوئے وہاں کیسے دیکھے جاتے ہیں۔

جواب :۔ دربار نبوی میں خلفائے راشدین کی چار کرسیاں ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں ہیں۔ ان کے بالکل پیچھے چار اور کرسیاں ہیں جن پر ایسے اولیاء اللہ بیٹھتے ہیں جن کی وجہ سے دنیائے اسلام کی بڑی خدمت ہوئی اور انہوں نے دنیا میں دین اسلام کو ایک مشن اور ایک انقلاب بنا دیا پہلی کرسی پر حضرت عبدالقادر جیلانی ہیں ان کے اثرات آج تک محسوس کئے جاتے ہیں ان کے سلسلہ میں اب بھی کچھ صاحب حال لوگ مل جاتے ہیں دوسری کرسی پر مولانا اللہ یار خان صاحب ہیں انہوں نے موجودہ دور میں روحانی تربیت کی مضبوط بنیاد رکھی اور اس بنیاد سے آگے کام چلانے کا اور روحانی تربیت پھیلانے کا کام منجانب اللہ میرے سے لیا جا رہا ہے اس وجہ سے تیسری کرسی پر میری روح بیٹھی نظر آتی ہے چوتھی کرسی پر امام مہدی آئیں گے اس سلسلہ کے لوگ ان کو ملیں گے درمیانی عرصہ میں سلسلہ چلتا رہے گا مگر اس پایہ کے لوگ نہ ہوں گے۔

سوال :۔ پہلے جب آپ ذکر کراتے تھے تو اس وقت انوارات کی بارش میں سے بڑی میٹھی اور دھیمی خوشبو آتی تھی جبکہ اس دفعہ بڑی تیز اور چبھنے والی خوشبو آتی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب :۔ یہ سب منازل میں ترقی کے باعث ہے۔ پہلے میں جس روحانی دائرے میں تھا اس کے انوارات کی روشنی دودھیا چاندنی جیسی تھی دائرے طے ہوتے رہتے ہیں اب جس دائرے میں ہوں وہاں انوارات کی حدت اور گرمی ہے اتنی زیادہ کہ مجھے جسمانی طور پر ہر وقت آگ کا احساس ہوتا ہے تو اس دائرے کے انوارات میں حدت کی وجہ سے خوشبو میں تبدیلی آئی ہے۔

سوال :۔ صاحب حال کی تعریف کیا ہوگی۔

جواب :۔ معنوی لحاظ سے صاحب حال اس شخص کو کہیں گے شریعت جس کا حال بن چکی ہو۔ عام لفظوں میں جس کے پاس بیٹھ کر آپ کو اللہ یاد آ جائے وہ صاحب حال ہے۔

سوال :۔ کیا ضروری ہے کہ صاحب منصب (قطب' ابدال وغیرہ) کو علم بھی ہو کہ اس کے پاس فلاں منصب ہے۔

جواب :۔ یہ ضروری نہیں ہاں مرنے کے فوراً" بعد اس کو پتہ چل جائے گا کیونکہ صاحب منصب کے اعمال کی قدرو منزلت عام آدمی کے اعمال سے زیادہ ہو گی۔ دنیا میں رہتے ہوئے یہ قدرت کا نظام ہے کہ اس آدمی کے طفیل کچھ مقررہ کام خود بخود ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

سوال :۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ خاص دنوں (عیدین اور دوسرے مذہبی تہوار) میں ملائکہ کی تعداد روئے زمین پر ایک دم بڑھ جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب :۔ یہ ٹھیک ہے۔ ملائکہ اس خاص دن کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کی عنایات کو تقسیم کرنے آتے ہیں یہ آگے انسانوں پر منحصر ہے کہ کوئی کیا لیتا ہے ہر کوئی اپنی استعداد اور اعمال کے حساب

سے وصول کرتا ہے۔

ہمارے پرانے ساتھی ماسٹر عمر خان صاحب بستی احمدانی تحصیل و ضلع ڈیرہ غازی خان والے ٦ نومبر ۱۹۹۲ء بروز جمعۃ المبارک فوت ہو گئے ہیں۔ دعا کے لیے عرض ہے۔

ہمشیرہ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کے لیے درخواست گزار ہوں۔

منجانب: اللہ دتہ STA سی ۔ ایم ایچ کوئٹہ

ضرورت ہے

پاکستان کے ہر علاقہ سے Project Basis پر کام کرنے کے لیے فیلڈ ریسرچ ورکرز کی ضرورت ہے۔ تعلیم کم از کم ایف۔ اے۔ سلسلہ کا ساتھی ہونا شرط ہے (سرکاری۔ غیر سرکاری ملازمین بھی درخواست دے سکتے ہیں)۔

درخواست درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

Zaman Rana

861 - Z, LCCHS,

LAHORE CANTT

آپ اسلام کو کیا دے سکتے ہیں

انسان اپنی دنیوی ضرورتوں' حاجات اور ان سب سے بڑھ کر خواہشات کا اسیر ہے۔ یہ ساری بھاگ دوڑ یہ ساری محنت و مشقت جو اٹھاتا ہے تو یہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے کے لیے سب کچھ کرتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کو جو عقل دی گئی ہے وہ مادی ہے اور مادی دنیا ہی کے فوائد کو سمجھتی ہے یا نقصانات کو جانتی ہے مادی لذات سے آشنا ہے تو مادی فائدہ حاصل کرنے کے لیے مادی نقصان سے بچنے کے لیے یا مادی لذات حاصل کرنے کے لیے پوری انسانی زندگی جو ہے وہ سرگرم عمل ہے لیکن یہ درجہ انسان کا نہیں' یہ درجہ ہر حیوان کو حاصل ہے وہ خواہ چیونٹی ہے یا ہاتھی ہر جانور پیٹ بھرنے کی کوشش کرتا ہے ہر جانور آرام سے رہنے کی کوشش کرتا ہے ہر جانور بچے پالنے کی کوشش کرتا ہے انسان انسان اس وقت بنتا ہے جب یہ ان خواہشات و آرزوؤں سے بالاتر ہو کر اس مادی دنیا سے بھی بلند تر ہو کر اس خالق حقیقی کی رضا کا طالب بنتا ہے جس نے یہ ساری کائنات سجائی ہے۔ یہ صرف انسان ہے جسے اس درجے کی معرفت الٰہی نصیب ہوتی ہے اور جس کے پاس اختیار ہے کہ وہ کونسا راستہ اختیار کرتا ہے۔

دنیا میں جتنے مذاہب باطلہ ہیں ان سب کی تھیوری بنیادی طور پر ایک ہے فلسفہ ایک ہے تمام مذاہب کا مطالعہ کیجئے تو پتہ یہ چلے گا کہ مختلف بتوں کے ساتھ یا مختلف رسومات کے ساتھ مختلف

مادی فوائد کو جوڑ دیا گیا ہے اس بت کی پوجا کرو اولاد ملے گی اس کی پوجا کرو دولت ملے گی یہ الفاظ جو ہیں ان کو رٹا کرو تو یہ کام ہو جائے گا یا اس طرح کرو تو وہ ہو جائے گا تو اس طرح سے انسان کی اس طبعی تقاضے کو جو خواہشات کی تکمیل کے لیے اس میں ہے اسے ایکسپلائیٹ کر کے انسان کو گمراہ کیا گیا ہے ہر وہ بندہ جو کسی بت کے آگے جھکتا ہے ہر وہ بندہ جو بھوک پیاس کاٹ کر کسی غیر اسلامی رسم میں ایثار کرتا ہے وہ اس لیے نہیں کرتا کہ وہ اپنے آپ کو بھوکا رکھنا چاہتا ہے اس کے سامنے کوئی بہت بڑا مادی فائدہ ہوتا ہے وہ اسے حاصل ہو یا نہ ہو لیکن جن لوگوں نے وہ رسم اسے سونپی ہے انہوں نے اس کے ساتھ وہ فائدہ اسے بتا دیا۔

اسلام نے اللہ کے سارے نبیوں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی رہنمائی اللہ کی طرف کی اور یہ انسان کو سمجھایا کہ حقیقی زندگی اس عالم سے آگے جانے کے بعد شروع ہوتی ہے یہ زندگی آزمائشی زندگی ہے یہ رنگ و روغن سارا وقتی ہے یہ اتر جائے گا یہ رونقیں سب عارضی ہیں یہ اجڑ جائیں گی یہ لذات سب فانی ہیں یہ ختم ہو جائیں گے یہ دن رات یہ باغ یہ چمن یہ مرغزار یہ وادیاں یہ چشمے یہ بادل یہ صحراؤں کی وسعتیں یہ پہاڑوں کی چوٹیاں یہ سب کچھ ختم ہونے والا ہے یہاں کی لذات بھی عارضی ہیں اور موت ان میں تلخی بھر دے گی۔ حقیقی زندگی کی ابتدا اس لمحے سے ہوتی ہے جسے انسان موت کہتا ہے موت دراصل زندگی کی ایک نئی صبح ہے۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

یہ ایسی صبح ہے جس کی پھر شام نہیں ہو گی اور انسان وہ ہے جو اس ساری حقیقت کو سمجھے بھی مانے بھی اور اس پر عمل کر کے اس کامیابی کو حاصل کرے کہ حقیقی زندگی میں جب وہ داخل ہو تو کامیاب و کامران ہو۔ اس سلسلے میں مذاہب باطلہ نے کچھ دینے کا وعدہ کیا تو اسلام نے انسان سے بہت کچھ لینے کی بات کی بہت بڑا فرق ہے۔ مذاہب باطلہ نے انسان کو امیدیں دلائیں کہ یہ کرو تمہیں یہ ملے گا یہ کرو یہ ملے گا اسلام نے کہا نہیں۔ تمہیں اللہ نے بہت کچھ دے دیا ہوا ہے عقل دی ہے سوچ دی ہے طاقت دی ہے دولت دی ہے اقتدار دیا ہے اولاد دی ہے یہ زمینیں اور جائیدادیں دی ہیں ہر ایک بندے کے پاس کچھ نہ کچھ نعمتیں ان میں سے موجود ہیں اب تمہاری آزمائش یہ ہو گی کہ جو اللہ نے تمہارے مطالبے کے بغیر تمہیں دی ہیں ان میں سے اگر کچھ وہ واپس بھی لے لے تو کیا تمہارا اعتماد اللہ کے ساتھ تمہارا تعلق اللہ کے ساتھ اور تمہارا رشتہ اس کے ساتھ باقی رہے گا یا کافر کی طرح تمہارا رشتہ بھی لینے لینے کا ہے جیسے کافر بت کی پوجا اس لیے کرتا ہے کہ اسے بت سے بہت سی چیزیں ملنے کی امیدیں ہیں اگر اسے یہ یقین ہو جائے کہ یہ بت مجھے کچھ نہیں دے سکے گا تو پھر اسے بت کی پوجا کرنے کی ضرورت نہیں رہتی وہ کیوں جائے گا تو سب سے بڑی بات جو اسلام نے کہی وہ یہ تھی کہ سارا جہان اور اس کی ساری نعمتیں زندگی کے ساتھ ہیں ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ تمہیں اللہ کے نام پر زندگی ہی ہارنی پڑ جائے۔ دولت ہے اقتدار ہے اولاد ہے گھربار ہے جو کچھ بھی ہے وہ زندگی کے ساتھ ہے جب زندگی ختم ہو جاتی ہے تو سب کچھ ختم ہو گیا۔ تو اسلام تو یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اگر ساری زندگی یہ تمنا بھی نہیں کرتا کہ اللہ کی راہ میں میں بھی شہید ہو جاتا تو فرمایا وہ تو جاہلیت کی موت مرا جس طرح اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت کے لوگ تھے ان جیسی موت مرا اس نے تو اسلام کا مزا ہی نہیں چکھا لیکن یہ زندگی ہارنا جو ہے فرمایا یہ مرنا نہیں ہے۔ اللہ کے نام پر اگر کوئی قتل بھی ہو جائے تو قرآن نے منع کر دیا کہ اسے مردہ نہ کہو۔

یعنی ایسا کہنا ہی جائز نہیں ہے اس بندے کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے کہ وہ مر گیا بلکہ اس طرح کے سارے لوگ جو اللہ کی راہ میں جان ہار دیتے ہیں حقیقتاً وہ زندہ ہیں اب کیسے زندہ ہیں کہ ان کے جسموں کے پرخچے اڑ گئے ان کا جنازہ پڑھا گیا انہیں قبر میں دفن کر دیا گیا یہ سارے آثار تو مرنے والوں کے ہیں تو

فرمایا تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔

صرف یہ نہیں کتنی اور حقیقتیں ہیں جنہیں تم نہیں سمجھ سکتے ہو اور مانتے ہو خود انسان کی پیدائش اللہ جل شانہ ایک چھوٹے سے جرم (Germ) سے ایک پورا انسان بنا دیتے ہیں کون جانتا ہے اس میں کیا کیا خصوصیات پوشیدہ ہیں کون سمجھ سکتا ہے کہ اس جرم سے بننے والے بندے کا دماغ کیا ہو گا نظر کتنی ہو گی قد کاٹھ کیا ہو گا رنگ کیسا ہو گا عمر کتنی ہو گی کتنی حقیقتیں ایک اس چھوٹے سے جرم میں پنہاں ہیں۔ ایک چھوٹے سے بیج میں ایک بے پناہ بڑا چیڑ کا یا دیودار کا درخت پنہاں ہوتا ہے کون جانتا ہے وہ کس طرح اس میں سمو دیا گیا وہ کتنا وقت لے گا بڑھنے میں کتنا بڑا درخت بنے گا اس سے آگے کتنے درخت پیدا ہوں گے لیکن ہم مانتے ہیں کہ اس چھوٹے سے بیج میں زندگی ہے۔

تو اگر اس ایک چھوٹے سے بیج میں ہم یہ مانتے ہیں کہ اتنا بڑا درخت موجود ہے تو یہ اسی کی قدرت کاملہ سے موجود ہے جو کہہ رہا ہے کہ میرے نام پر جو زندگی ہار دیتے ہیں انہیں بھی زندہ مانو تو ہمیں نہ ماننے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھائی صرف یہ کہ دوبارہ اس دنیا میں ہمارے سامنے اٹھ کر نہیں آتے تو یہ دنیا دوبارہ آنے کی جگہ ہی نہیں ہے اس میں ہر ایک کا ایک ہی موقع ہے اور اس کے بعد جس طرح کوئی بوڑھا واپس بچپن کی طرف نہیں آتا اسی طرح زندگی سے گزرنے والا واپس نہیں آتا بلکہ اگلا پراسس شروع ہو جاتا ہے لیکن فرمایا انہیں مردہ نہ کہو زندہ ہیں ہاں تمہاری عقل و فہم سے یہ حیات بالاتر ہے تم سمجھ نہیں سکتے۔

میں شہید اور شہادت پر بحث نہیں کرنا چاہتا بلکہ محرم کے حوالے سے آج کا میرا موضوع بحث یہ ہے کہ اسلام کچھ دینے کی بات کرتا ہے اور آج کا مسلمان سارا کچھ لینے کے لیے کر رہا ہے۔ اسلام یہ ہے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ اگر تم میرے ساتھ ایمان رکھتے ہو مجھے خالق حقیقی مانتے ہو مجھے اپنا پروردگار مانتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ ساری نعمتیں میں نے تجھے دی ہیں میں تجھ سے لے بھی سکتا ہوں میں پھر تجھے دوبارہ اس سے زیادہ دے بھی سکتا ہوں

تو فرمایا اس کا امتحان یہ ہو گا آزمائش یہ ہو گی کہ کبھی تو تم پر کوئی خوف و خطر مسلط ہو گا کسی کا ڈر ظالم حکومت کا ڈر کسی ظالم انسان کا ڈر کسی کافر طاقت کا ڈر کہ ایک زمانے میں ساری دنیا روس سے دم دبائے پھرتی تھی آج ساری دنیا امریکہ کے نام سے لرزاں و ترساں ہے کسی نہ کسی طرح کا کوئی خوف مسلط ہو جائے گا اور دیکھا یہ جائے گا کہ کیا اس طاقت سے خوف زدہ ہو کر تم اس کی غلامی اختیار کر لیتے ہو یا اللہ کی اطاعت پہ قائم رہتے ہو یہ سمجھتے ہو کہ ہر چیز پہ اللہ قادر ہے جب میں اللہ کی اطاعت کرتا ہوں مجھے کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں یہ پرکھا جائے گا۔ بھوک مسلط کر دی جائے گی کھیتوں میں فصل نہیں ہو گی قحط سالی ہو جائے گی مہنگائی ہو جائے گی تنخواہیں کم ہو جائیں گی اولاد زیادہ ہو جائے گی کوئی ایسا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا کہ پیٹ بھرنے کو روٹی میسر نہیں ہو گی کیوں اللہ کریم فرماتے ہیں جب تمہارا یہ وعدہ ہے کہ اللہ ہمارا پروردگار ہے تو کیا پیٹ بھر کے ہی پروردگار مانتے ہو یا کبھی بھوکے بھی رہ جاؤ گے اس بات پہ تمہارا یقین رہتا ہے تو یہ پرکھا جائے گا۔

کبھی تمہارے کاروبار تجارت میں کبھی مال و دولت میں کمی کر کے نقصان کر کے کبھی تمہارے عزیز و اقارب کی کسی کی وفات ہو جائے گی کسی کا بیٹا فوت ہو جائے گا کسی کا باپ مرجائے گا کسی کا بھائی مر جائے گا کبھی پھلوں میں کمی سے یہ سارا کیا ہو گا یہ پرکھنے کے لے کہ جب تم کہتے ہو اللہ ہمارا پروردگار ہے وہی ہمارا رازق ہے ساری نعمتیں اسی نے دی ہیں۔ تو پھر جب کوئی تھوڑی سی وہ لے لیتا ہے تو اس پہ چلانے کی یا اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف بھاگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسے اللہ کی ربوبیت پہ یقین نہیں ہے۔

تو فرمایا میرے حبیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو خوش خبری دیجئے مبارک دیجئے جو ایسے حالات میں صبر کر کے اللہ کی اطاعت پہ قائم رہتے ہیں۔ وہ لوگ جنہیں جب کبھی مصیبت آ جائے وہ کہتے ہیں کہ اپنا تو ہے ہی کچھ نہیں میری جان میری اولاد

میرا مال سب کچھ اللہ ہی کا ہے اگر اس میں سے کچھ اس نے کچھ لے لیا تو بھی اس کا ہے جو باقی ہے یہ بھی اسی کی طرف جانا ہے اگر نقصان ہو گیا ہے تھوڑا تو جو باقی بچ گیا یہ بھی اللہ کا مال ہے ایک دن میں تو نہیں رہوں گا یہ بھی واپس اللہ کے پاس جائے گا۔

فرمایا اس معیار کے جو لوگ ہوتے ہیں وہ حقیقتاً اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہوتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ کی عنایات ہوتی ہیں اللہ کی رحمت ہوتی ہے اور یہ لوگ ہیں سیدھے راستے پر چلنے والے یہ لوگ ہیں حقیقتاً مسلمان۔

اب ہم اس تناظر میں اپنے اسلام کو دیکھیں تو میرے خیال میں اب اس بات میں اور ہمارے آج کے اسلام میں بہت بڑا فاصلہ پڑ گیا ہے۔ میں واقعہ کربلا سے شیعت کی تاریخ یا غیر اسلامی عقائد زیر بحث نہیں لانا چاہتا محرم کے حوالے میں واقعہ کربلا کو صرف اتنا اس انداز میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کی دعوت دی قرآن نے جو بات کہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دوسروں کو دعوت نہیں دی بلکہ حرف بہ حرف اس پر عمل کر کے ثابت کیا کہ یہ کام ہر ایک کے کرنے کا ہے اور ضروری ہے حتیٰ کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتا ہے نماز کا حکم دیا تو خودؐ نماز ادا کی روزہ رکھنے کا حکم دیا تو خود رمضان میں روزے رکھے جہاد کا حکم دیا تو خود زرہ اپنے وجود پر پہنی اور جہاد کر کے دکھایا اعلائے کلمۃ اللہ کا حکم دیا تو پوری دنیائے کفر میں اعلائے کلمۃ اللہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا ہر وہ کام حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجسم تھے۔ ایک زندہ قرآن جس کا ہر عمل قرآن ہی کی تعبیر تھا۔ تو جب یہ موقع آیا کہ تم پر خوف مسلط ہو گا تمہارے اموال میں کمی ہو گی تمہیں قتل کیا جائے گا تمہارے بیٹے قتل ہوں گے۔ تمہارے مال و دولت لٹیں گے اور دنیا کی ہر مصیبت بھوک آ جائے گی پریشانی آئے گی تو حقیقتاً مومن وہ ہے جو اس حال میں ثابت قدم رہے تو یہ سارا حال بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان پر بیت گیا گزر گیا اور دنیا نے دیکھا کہ بہت بڑی طاقت بہت بڑی فوج محض ایک خاندان اور ایک کنبے کے چند افراد کے مقابل کھڑی ہو گئی۔ لیکن رعب سے یا اپنی طاقت کے اس گھمنڈ سے یا کوئی خوف مسلط کر کے انہیں ان کے مسلک سے ہٹا نہیں سکی۔ پھر وہ زبانی رعب بھی نہ تھا اس میں بھوک اور پیاس کا سامنا بھی کرنا پڑا پھر بیٹے بھائی اور عزیز و اقارب کٹوانے پڑے حتیٰ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی جان بھی دینا پڑی سب کچھ دے کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی کہا کہ اے اللہ یہ سب تیرا ہی ہے اگر توُ نے لے لیا تو ہمارا تو ایک ایمان ہے تیرے ساتھ جو غیر متزلزل ہے اور جس پہ ہم قائم ہیں ہمارا کچھ بھی نہیں تھا سب تیرا تھا جو تو نے لے لیا وہ بھی تیرا ہے جو باقی بچ گیا یہ بھی تیرا ہے یہ بھی تیری طرف ہی لوٹ کر جانے والا ہے اور تاریخ اسلام میں یہ اتنا درخشندہ باب ہے خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اگر یہ نہ ہوتا تو شاید آج کا یہودی آج کا عیسائی آج کا بت پرست آج کا مشرک یا آج کا دہریا بڑے مزے سے کہہ سکتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے انسانوں کو تو یہ خبر سنائی کہ اللہ تم سے مال لے لے گا جانیں لے لے گا اولاد لے لے گا اور تمہیں اس پر ثابت قدم رہنا ہو گا لیکن خود تو اس حال سے نہیں گذرے بھلا ان کی اپنی اولاد جاتی تو دیکھتے کیا ہوتا ان کے اپنے خاندان پہ بیتتی تو کیا ہوتا اور اگر آج کا کافر یہ اعتراض کرتا تو کسی مسلمان کے پاس اس کا جواب نہ ہوتا لوگ کہتے کہ مہاجرین مکہ کے گھر لٹے انصار مدینہ قتل ہوئے ماننے والوں نے قربانیاں دیں امت پہ سارے امتحان آئے خود نبی علیہ السلام پر تو کچھ نہیں ہوا نبی علیہ السلام کی اولاد کو تو کچھ نہیں ہوا نبی علیہ السلام کے خاندان کو تو کچھ نہیں ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کنبہ ہر اس آزمائش سے گذر گیا جو قرب الٰہی کے لیے مسلمانوں کی عظمت اور منازل قرب کو پانے کی ضرورت ہے اور اس کی دوا ہے اور مسلمانوں کی

تاریخ میں یہی ایک قابل فخربات ہے کہ ساری دنیا دولت کے لیے یا زندگی کے لیے سرگرداں رہتی ہے اور مومن مال و دولت بھی اور جان بھی اللہ کی راہ میں دینے کے لیے ساری عمر محنت مجاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

یہی بات رستم کو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ کر بھیجی تھی کہ تیرے ساتھ جو قوم ہے وہ زندہ رہنا چاہتی ہے وہ شراب کی رسیہ ہے وہ عیش و عشرت کی دلدادہ ہے میرے ساتھ جو لوگ ہیں یہ اس سے زیادہ موت کو تلاش کرتے ہیں جتنا تیرے سپاہی شراب کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں جتنے تیرے سپاہی شراب کے رسیہ ہیں اس سے زیادہ انہیں مرنے کی آرزو ہے تو کے مقابل نہیں ٹھہر سکیں گے۔

اسلام زندگی اور اس کی حقیقت سے مال و دولت اور اس کی حقیقت سے عظمت الٰہی کی معرفت سے آشنائی کا کام ہے اور اسلام مختلف رسومات سے کچھ لینے کا نام نہیں جو کچھ پاس ہے اسے اللہ کی راہ میں دینے کا نام ہے۔

لیکن شاید مرور زمانہ نے ہم سے یہ حقیقتیں چھین لیں۔
حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر ایک شعر پڑھا کرتے تھے اور بہت خوبصورت شعر ہے جس کا ترجمہ ہے کسی عرب شاعر نے کہا تھا کہ ہم تو کبوتر کے ایک جوڑے کی طرح اپنے ایک گوشہ عافیت میں بہت مزے سے اپنا وقت گذار رہے تھے زمانہ ہمارے درمیان آگیا اور اس نے ہمیں جدا کر دیا بے شک زمانہ دوستوں کو دوستوں سے الگ کر دیتا ہے۔

آج کے مسلمان اور اسلام میں بھی زمانے کی دوری آگئی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور آج کے مسلمان میں چودہ سو سال آگئے ہیں درمیان میں کوئی نعت سن لے، ہندوؤں کے بھجن اور آج کے مسلمان کی نعت میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ جس طرح وہ رام لیلیٰ پڑھ کے کچھ مانگتے ہیں اس طرح ہر شعر کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجوں تو میری بیماری ٹھیک ہو جائے میری ساری مشکلات دور ہو جائیں میرا کاروبار سنور جائے یعنی رشتہ الفت نہ رہا رشتہ ایمان نہ رہا غیر مسلم کی طرح ایک کاروباری رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہو گیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری مصیبتیں دور کرتے رہیں۔ یہی حال آج کے مسلمان کی عقیدت جو اس کی بزرگوں اور پیروں کے ساتھ ہے اور یہ جو روزانہ جلوس نکالتا ہے اور عرسوں پہ جاتا ہے گیارہویں شریف مناتا ہے دیگیں پکاتا ہے اس کے پیچھے پتہ ہے فلاسفی کیا ہے وہی غیر اسلامی فلاسفی کہ ایسا کرنے سے مجھے یہ یہ چیزیں ملیں گی اگر کسی کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ ایسا کرنے سے کچھ نہیں ملے گا تجھے وہ کرنا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اور وہ کرنے سے تجھے اللہ کی رضا ملے گی تو کہتا ہے یہ پاگل ہے۔ بے وقوف ہے یا بہت پڑھا لکھا ہو تو کہتا ہے وہابی ہو گیا ہے۔ تو میرے بھائی وہ اسلام جس کے لیے لوگوں نے گھر لٹوائے صحابہ کرام جب ہجرت کر کے گئے اور انہیں لوگوں نے پھر مکہ مکرمہ فتح کر لیا تو وہی گھر وہی زمینیں وہی جائیدادیں ان کے قبضے میں آگئیں جو ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تھے تو ان میں سے کسی نے ایک انچ چیز یا ایک شے اپنی واپس نہیں لی انہوں نے کہا کہ یہ ہماری نہیں ہے ہم تو اللہ کی راہ میں چھوڑ چکے بلکہ مکہ میں مقیم رہے تو انہوں نے نماز قصر پڑھی کہ ہمارا وطن نہیں ہم نے تو یہ وطن اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا تھا ہمارا وطن تو اب وہاں ہے جہاں ہمیں اللہ نے ٹھکانہ دیا ہے۔

تو اسلام ہے اللہ کی راہ میں کچھ دینے کا نام اپنے اوقات اللہ کی راہ میں دینے کے لیے نیند کا غلبہ ہے تھکاوٹ ہو رہی ہے وہاں سے آواز آتی ہے حی علی الصلوٰۃ طبیعت چاہتی ہے سو جاؤ طبیعت چاہتی ہے تھکے ہوئے ہو ایمان کہتا ہے کہ میں بھی اور میری جان بھی میرا مال بھی اس کا ہے جو بلا رہا ہے میری طبیعت کی بات نہیں ہے بات اس کے حکم کے تعمیل کی ہے مال و دولت ملتی ہے تو اللہ کا شکر کرتا ہے چھن جاتی ہے تو اللہ کا شکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تیرا ہی مال ہے تو نے لے لیا یا تو نے دے دیا

نہ دینے سے میرا رشتہ مضبوط ہوتا ہے نہ تیرے لے لینے سے ٹوٹتا ہے تو مالک ہے میں بندہ ہوں تو دیتا رہے تو بھی میں بندہ ہوں تو واپس لے لے تو بھی میں بندہ ہوں میرے رشتہ بندگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا آج میں صرف مسلمانوں کی بات کر رہا ہوں اسلام کے نام پر جو جہالت گھڑ لی گئی میں اس کی بات نہیں کر رہا ہوں خلاف اسلام رسومات جو گھڑی گئیں میں ان کی بات نہیں کر رہا ہوں میں صرف اس مسلمان کی بات کر رہا ہوں کہ جو آج چند روز اگر نماز بھی ادا کر لے تو اس امید میں ہوتا ہے کہ آئندہ جو کچھ کائنات میں ہو وہ میرے کہنے سے ہو یہ میں فرضی باتیں نہیں کر رہا میرے پاس خطوط کے انبار ہوتے ہیں۔

میں ایک سفر سے واپس آیا تو میری میز پر دو سو کے زائد خط پڑے تھے جو میری عدم موجودگی میں آئے میں نے ایک ایک کر کے پڑھے کسی ایک خط میں کچھ دینے کی بات نہیں تھی۔ کسی ایک خط میں کوئی دینی مسئلہ نہیں تھا کسی ایک خط میں اللہ اللہ کرنے کی بات نہیں تھی دو سو سوا دو سو خط تھے سب میں یہ تھا کہ کوئی وظیفہ بتا دو فلاں کام ہو جائے کوئی تعویز دے دو وہ کام ہو جائے یعنی سارے جو تھے بالکل وہی فلاسفی تھی جو ہندو ازم کی ہے یا جو غیر اسلامی رسمی مذاہب کی ہے ساروں کی ضرورتیں تھیں اور اسلام سے صرف اپنی ضرورتیں پورا کرنا چاہتے تھے کوئی وظیفہ بتا دو فلاں کام ہو جائے کوئی وظیفہ بتا دو بچہ ملازم ہو جائے کوئی وظیفہ بتا دو بیوی راضی ہو جائے کوئی وظیفہ بتا دو کاروبار میں دولت مل جائے بھئی یہ تو کرنے کے کام ہیں۔ اللہ کا ذکر یا اللہ کی عبادت ان کاموں کے لیے تھی اللہ کی عبادت تو تھی بندے کا اس کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لیے بندے کو اس کا قرب عطا کرنے کے لیے۔ کہاں ہے وہ اسلام۔ آج کا طالب علم اور اس کے والدین جب بات ہوتی ہے تو ان کا نظریہ بھی یہی ملتا ہے کہ کسی اچھے سکول میں پڑھے گا اچھی ملازمت ملے گی اچھی تنخواہ لے گا یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اچھا پڑھ کر۔

اور یہی وجہ ہے کہ آج کا مسلمان کافر کا غلام ہے آج کا مسلمان کافروں سے بھی گیا گزرا ہے اور کتنی عجیب بات ہے کہ جس عظیم انسان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ وہ فریضہ ادا کیا جس نے پوری دنیا کو عظمت پیار سے صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنا کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان نے اس سارے سے گذر کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ مشکل وقت بھی انسانوں پر آ سکتا ہے جب آئے تو بندے کا کردار کیا ہونا چاہیے ۔ آج کا مسلمان اس کو بھی ذریعہ معاش بنائے پھرتا ہے یعنی بجائے اس کے کہ خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی سے ہم قربانی کا سبق حاصل کرتے احقاق حق کے لیے قربانیاں دیتے اللہ کی راہ میں جہاد کا جذبہ جواں ہوتا حق کو حق ثابت کرنے کے لیے جان مال اولاد دے سکتے بجائے یہ دینے کے ہم نے بھی یہ سمجھا کہ محرم میں دیگیں پکاؤ تو بیمار ٹھیک ہو جائے گا محرم میں پیسے دو تو پیسے زیادہ مل جائیں گے محرم میں یہ کرو تو وہ ہو گا۔ بے شمار رسومات ایسی ہندوانہ اور غیر اسلامی ذہنیت سے مسلمانوں نے رائج کر لیں جن سب کی بنیاد اس سودا بازی پر ہے کہ یہ کرو تو یہ یہ فائدہ حاصل ہوں گے یہ سارا کچھ اسلام نہیں ہے اسلام میں تو بڑی سیدھی سی بات کہیں کسی کو گھیر گھار کر اپنی طرف نہیں لایا کسی کے ساتھ کوئی اسے سبز باغ نہیں دکھائے بلکہ اسے یہ بتایا کہ معرفت الٰہی کی بنیاد ہی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں تو کیا کچھ قربان کر سکتا ہے اگر تیرا اللہ پہ یقین ہے تو اللہ کے لیے تو کن کن خواہشوں سے ہاتھ اٹھا سکتا ہے کن کن تمناؤں کا خون کر سکتا ہے کس قدر جان و مال یا وقت دے سکتا ہے اور اگر تو کچھ دے نہیں سکتا تو پھر تیرا اللہ پر یقین بھی نہیں ہے اور دیکھو کتنی کھری بات کی فرمایا۔

جو لوگ سب کچھ لٹا کر بھی اللہ کی رضا پہ راضی ہوں انہیں کہہ دو کہ تم لٹے نہیں ہو تم ہی وہ ہو جن کے دم سے کائنات آباد ہے تم ہی وہ ہو جو جہان کی آبادی کا سبب ہو اور تم وہ لوگ ہو جن پر اللہ کی طرف سے سلامتی اور اس کی طرف سے

برکات نازل ہوتی ہیں اور جو محل نزول ہے رحمت الٰہی کا شیعت کی جو تحریک ہے وہ کیا کرتی ہے یہ میرا موضوع بحث نہیں میں اس کی بات نہیں کر رہا میں اس مسلمان کی بات کر رہا ہوں جو خود کو واقعی مسلمان کہتا ہے اور جو واقعی مسلمان ہے جس کے باپ دادا مسلمان ہیں جس کا قرآن پر ایمان ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے اللہ پر آخرت پر قیامت پر حشر و نشر پر ایمان ہے آج وہ اسلام سے اتنا دور ہو گیا ہے کہ وہ بھی محض چڑھاوے چڑھا کر اور دیگیں پکا کر دنیاوی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے دینے کے لیے کچھ تیار نہیں اپنے پلے سے چھوٹی سی چھوٹی خواہش قربان کرنے کے لیے تیار نہیں۔

اور یاد رکھو! جو قربان نہیں کر سکتا قرآن کے معیار کے مطابق اس کا اسلام قابل اعتبار نہیں ہے قرآن نے پوری تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا ایسے لوگوں کو کہیے کہ تم پر اللہ کی رحمت ہے یہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں یعنی جو قربانی نہیں کر سکتا جو پلے سے دے نہیں سکتا جو اپنی خواہشات کا اسیر ہے چند ٹکے دیکھتا ہے تو چوری کر لیتا ہے چند پیسے دیکھتا ہے تو رشوت لے لیتا ہے جھوٹ بول لیتا ہے کیوں بولتا ہے کیوں ایسا کرتا ہے اس لیے کہ اسے اللہ کی ربوبیت پہ یقین نہیں رہا ناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ جتنا بڑا بھی ہو اسلام میں اس کی حیثیت کوئی نہیں ہوتی بحیثیت مسلمان وہ کوئی شے نہیں اسی طرح سب سے بڑی قربانی خواہشات و آرزو کی ہوتی ہے جانور خواہشات کے پیچھے چلنے والا ہوتا ہے اور انسان اپنی خواہشات کو اپنے پیچھے چلاتا ہے اللہ کے احکام کے تابع رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تابع رکھتا ہے اور خانوادہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثابت کر دیا کہ بندے کی بہت بڑی منزل بندے کی جو ہے وہ اللہ کی راہ میں فنا ہونا ہے دنیوی مال و دولت جمع کرنا یا دنیوی فوائد حاصل کرنا نہیں۔

تو میرے بھائی! ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوچنا چاہیے کہ جو ہم کر رہے ہیں کیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ کو دیکھیں تیرہ سالہ مکی حیات مبارکہ کا کوئی لمحہ کفر کے ساتھ مقابلے سے خالی نظر نہیں آتا دنیا کی کوئی ایسی تکلیف نہیں جس کا سامنا پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو نہ کرنا پڑا ہو لیکن کیا ان مشکلات نے ان مصائب نے طاغوتی اور کافرانہ طاقتوں نے رعب ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو بہت بلند ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی خادم کو بھی روک لیا ان کے فرائض سے؟ ہرگز نہیں اور آج ہم کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ہمیں تو ایک لقمہ فرائض سے روک لیتا ہے ایک ٹکے کا لالچ اللہ کی راہ سے بھٹکا دیتا ہے ملے کچھ نہیں ملنے کی امید پہ ہم گمراہ ہو جاتے ہیں آخر میں ملتا بھی کچھ نہیں اور دین بھی چھوٹ جاتا ہے۔ آپ دس سالہ مدنی حیات طیبہ کو دیکھیں پوری ایک ریاست کی بنیاد رکھی گئی پورا نظام ترتیب دیا گیا نظام عدل معاشی نظام اخلاقی نظام سیاسی نظام عدالتی نظام فوجی نظام پورا ایک نظام بنایا گیا اور اس کے ساتھ اسی سے زائد چوراسی کے قریب غزوات و سرایہ ہیں جو دس سالہ مدنی زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے کسی بھی دنیا کے کسی بھی حکمران کسی بھی جرنیل کی پوری تاریخ دیکھ لیں ساری زندگی میں بھی چوراسی جنگوں میں کسی نے حصہ نہیں لیا ہو گا چہ جائیکہ دس سالہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پوری ریاست کی تشکیل ہوئی پورا آئین بنا پورا نظام بنا پورے عقائد مدون ہوئے کتاب اللہ کی تکمیل ہوئی اور پورے کا پورا اسلامی نظام عملی طور پر ایک ریاست پر لاگو کر دیا گیا اس کے ساتھ اتنی مصروف زندگی کہ بین الاقوامی تعلقات کے ساتھ دنیائے کفر کے ساتھ چوراسی جنگیں بھی ہوئیں کیا آج کا مسلمان میدان جنگ میں سجدہ شکر بجا لانے کی ہمت رکھتا ہے کیا آج کا مسلمان راتوں کی نیند اللہ کی راہ میں دینے کو تیار ہیں کیا آج کا مسلمان اپنے جو روٹی کھا رہا ہے اس میں سے چند لقمے اللہ کی راہ پہ دینے کی جرات کر سکتا ہے اگر آج کا مسلمان یہ سب کچھ کر سکتا ہوتا تو آج بھی اس کی مدد

کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہو سکتے تھے آج بھی اس کی طرف سے ہونے کے لیے اللہ کے فرشتے آ سکتے تھے لیکن آج تو ہم مرنے والے کی جیب ٹٹولتے ہیں یہ تو مر گیا اس کی گھڑی ہی اتار لیں جنہیں جانا پڑتا ہے جنگ پر وہ باندھ کر لے جائے جاتے ہیں اور ہماری عقیدت ہمارا سارا ادب ہمارا عقیدہ پیروں کے ساتھ بزرگوں کے ساتھ فقیروں کے ساتھ بھی یہی ہے جو ہندوؤں کا اپنے بتوں کے ساتھ ہے کہ وہ کچھ لینے کے لیے ان پر چڑھاوے چڑھاتے رہتے ہیں ہم بھی کچھ لینے کے لیے بزرگوں کی طرف بھاگتے رہتے ہیں اگر دینے کا نام پڑ جائے تو یہ سارے میلے ویران ہو جائیں ان لوگوں میں دینے والا کوئی بھی نہیں۔ ارے آج کا مسلمان اس کا عقیدہ تو ہندوؤں سے بھی گیا گذرا ہے۔ کسی نے مذاق کر دیا کہ جنگل میں پانی ہے وہ جو پیتا ہے اسے شفا ہو جاتی ہے تو کراچی سے لے کر خیبر تک سارے مسلمان اس جنگل کو ٹوٹے پڑے ہیں کبھی کسی نے نہیں سوچا کہ ایسا کوئی آب شفا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں نہیں نکلا جہاں ان کے قدم پڑتے تھے وہاں کیوں نہیں نکلا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام پذیر تھے وہاں کیوں نہیں نکلا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تو ایسا کوئی چشمہ تاریخ میں کہیں نہیں پھوٹا یہ یکایک کہاں کوئی یہ سوچنے کو تیار ہی نہیں ہزاروں روپے خرچ کر کے دور دراز سے لوگ آنے لگے اگلے دن ایک بس گری اس میں سے کتنے مر گئے اور باقی سارے کسی کی ٹانگ ٹوٹی کسی کا سر پھٹا صرف جس کی جان قبض نہ ہو کہتے ہیں یہ زندہ ہے خواہ وہ سارا کچلا جائے تو جو زندہ درگور ہو جاتے ہیں وہ زیادہ ہوتے ہیں جو ساری زندگی اٹھ کر چلنے کے قابل نہیں ہوتے لیکن وہ آب شفا پر ٹوٹے پڑتے ہیں مسجد کے ساتھ گھر ہے نماز کے لیے اٹھنے کو وہ کہتے ہیں بیمار ہوں طبیعت خراب ہے۔ اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کے لے طبیعت خراب ہے کسی نے گپ مار دی تو وہ پانی لینے کے لیے تازہ ہیں بھاگ رہے ہیں سینکڑوں میل دور جا رہے ہیں اور اللہ کی شان ہے جو پیتا ہے بیمار ہو جاتا ہے اس کے باوجود لوگ جا رہے ہیں اور نماز پڑھیں گے اس لیے کہ کوئی بیماری دور ہو جائے قرآن پڑھنا نہیں چاہتے پڑھ کر سمجھنا نہیں چاہتے قرآن ایک لائحہ عمل ہے کہ آپ اسے پڑھیں سمجھیں اس پر عمل کریں۔ نہیں۔ کہیں گے کوئی وظیفہ بتا دو وہ آج پڑھتا رہوں تو یہ کام ہو جائے۔ خدا کا خوف کرو یار۔ اسلام کو تو اسلام رہنے دو قرآن کو تو اللہ کی کتاب رہنے دو یہ جنتر منتر نہیں ہے یہ ایسی کتاب نہیں ہے جیسے ہندوؤں کے وید ہیں کہ وہ منتر پڑھو تو یہ ہو جائیگا وہ پڑھو تو وہ ہو جائے گا یہ پڑھ کر سمجھ کر سیکھ کر اس پر عمل کرنے کے لیے ہے۔ قرآن کا دیکھنا بھی عبادت ہے قرآن کا سننا فرض ہے قرآن کا پڑھنا مسنون ہے لیکن پڑھ کر سمجھنا مقصد ہے قرآن کا اور سمجھ کر عمل کرنا اور اللہ کے قرب اور اللہ کی رضا کو پانا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ واقعہ کربلا پر جو آنسو بہائے جا رہے ہیں یہ ہماری جہالت کی دلیل ہے ہمارے پاس فخر کرنے کے لیے خاندان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے کہ دنیا کی ہر مصیبت بیت گئی لیکن خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم میں ارادے میں یقین میں عقیدے میں اور عمل میں سرمو فرق نہیں آیا پوری امت مسلمہ کے پاس فخر کرنے کا یہی ایک اتنا بڑا موقع ہے کہ ایسا دوسرا کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی ساری امت شہید ہو جائے اسکی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ جتنی خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بچے کے شہید ہو جانے کی ہے ان کی ایک اپنی عظمت ہے وہ خون جو کربلا کی ریت پہ بہا عام خون نہیں تھا وہ وہی خون تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رگوں میں دوڑتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون تھا۔ وہ گردنیں جو راہ حق میں کٹ گئیں وہ الگ نہیں تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ولم ہی کی گردنیں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے جگر کے ٹکڑے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے جگر گوشے تھے اور یہ ثابت کر گئے کہ جو جو امتحان اللہ نے رکھے ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے خاندان نے بھی وہ امتحان بھگتے اور چشم فلک نے دیکھا کہ اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف

دوسروں کو ماننے کی دعوت نہیں دیتا مان کر اس پر عمل کر کے دکھا رہا ہے کہ یہ طریقہ ہے ماننے کا اور یہ طریقہ ہے احقاق حق کا۔ رونے پیٹنے والوں کو تو چھوڑو جو اپنے آپ کو سنی کہلاتے ہیں یہ سارا تماشہ دیکھنے والے لوگ اور یا پھر دیگیں پکا کر اسی خون کو بیچ کر اس سے منافع کمانے والے ہوں گے بڑے سروں سے گاتے ہیں کیوں پیسے مل جائیں چندہ جمع ہو جائے دنیا کی دولت اکٹھی کر لیں ارے خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لٹا رہا ہے اور تم ان کی لوٹ پر کما رہے ہو اور پھر کہتے ہو مسلمان بھی ہیں عجیب مسلمانی ہے بھائی۔ خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کو ذریعہ معاش بنا لیا شہرت کا ذریعہ بنا لیا پیسے کمانے کا سبب بنا لیا اور اس کے ساتھ ابھی یہ غلط فہمی بھی ہے کہ مسلمان بھی ہیں۔

مسلمان کے لیے تو ہر چیز نچھاور کرنے کا سبق موجود ہے کہ اگر جان و مال ہر چیز چل جائے تو ہماری جان ہمارا مال ہماری عزت ہماری اہمیت کی حیثیت کیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے مقابلے میں تو اللہ کی راہ میں تو وہ مثال پیش کی خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت تک کا مسلمان دنیائے کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس پر فخر کر سکتا ہے۔

تو اپنے آپ کو اس معیار پر لا کر پرکھیے اگر آپ طالب علم ہیں تو اس لیے پڑھیے کہ میں پڑھ لکھ کر اچھا مسلمان بن سکوں اور اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے اللہ کے قرب کو پانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کے لیے سیکھ سکوں دوسروں کو سکھا سکوں اگر آپ کاروباری ہیں تو اس لیے کاروبار کریں کہ اللہ نے کاروبار کرنے کا حکم دیا اور وہ کاروبار اللہ کی عبادت سے روکنے کا سبب نہ بن رہا ہو مال و دولت اور کاروبار حیات اللہ کی یاد سے روکنے کا سبب نہ بن جائے اور اللہ کی راہ میں اگر مصیبتیں آئیں تکلیفیں آئیں تو اس کا سامنا اس لیے کیجیے کہ اللہ آپ کے ساتھ ہے اور آپ اللہ کے بندے ہیں۔ لیکن اگر پریشانی میں ہم نے سودا بازی شروع کر دی اور اللہ ہی سے رخ پھیر لیا تو خاندان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیاں بھی ہمارے کسی کام نہ آ سکیں ہماری ہدایت کا سبب نہ بن سکیں ہمیں راستہ نہ دکھا سکیں۔ اس کا مطلب ہے ہم ہی اتنے بدبخت تھے کہ اتنی روشن مثالوں سے بھی بجائے ہدایت پانے کے گمراہ ہو گئے کتنی عجیب بات ہے جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو کھانا زندگی کی ضرورت ہے لیکن آپ بیمار کو کھانا کھلا دیں تو وہ مرنے لگ جاتا ہے۔ اس طرح آج کا مسلمان عقیدے کے اعتبار سے بیمار ہے جو قربانی حیات کا سبب تھی وہ اس کے لیے موت اور گمراہی کا سبب بن رہی ہے۔

ہمیں اپنے نظریات اپنے کردار پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے کردار کو اپنے راستے کی روشنی سمجھنا چاہیے اور ان کے ایک ایک نقش کف پا کو آنکھوں کا سرمہ بنانا ہو گا اور اسی راستے پر چلنا ہو گا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے چل کر ثابت کیا کہ اسلام اس راستے پر چلنے کا نام ہے۔ اللہ ہماری خطاؤں سے درگذر فرمائے اور ہمیں توفیق ارزاں فرمائے کہ ہم اس راستے پر چل سکیں۔

(وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین)

رشتہ درکار ہے

جماعت کے ساتھی کی بیٹی ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے کے لیے معقول رشتہ درکار ہے۔

رابطہ :۔ جناب کرنل ظفر احمد قریشی لاہور۔ چڑیا گھر۔ لاہور

فون نمبر: 304683

الاخوان کا پہلا اجتماع

آنکھوں دیکھا حال

رپورٹ
محمد اشرف سہیل

بالآخر ۲۶ اگست ۹۳ء کو جمعرات وہ مبارک دن آگیا جس کا "تنظیم الاخوان" کے لا تعداد کارکنوں کو اپنے قائد مولانا محمد اکرم اعوان کے ساتھ بے چینی سے انتظار تھا۔ اس دن "الاخوان" پنجاب زون نے اپنی تنظیم کے پہلے اجتماع عام کا اہتمام کیا تھا۔ پروگرام کی تشہیر کے لیے چند پہلے ہی سے بے شمار دعوتی اشتہارات شہر لاہور کی گلیوں اور بازاروں میں لگا دیئے گئے چنانچہ پروگرام کے مقررہ وقت پر ساگ بینکویٹ کا وسیع و عریض حال عقیدت مندوں سے بھرا ہوا تھا اس پروگرام کی خاص بات یہ تھی کہ جہاں ان میں عام شہریوں کے لا تعداد اجتماع نے الاخوان کی اسلامی امنگوں اور بنیادی پیغام جو "رب کی دھرتی رب کا نظام" کے عنوان سے پہلے ہی ملک بھر میں متعارف ہو چکا ہے پر اپنے اعتماد کا بھرپور اظہار کیا تھا وہاں ملک بھر کی معروف علمی و دینی ہستیوں نے بھی شرکت کی۔ ان میں کرنل عبدالقیوم کرنل مطلوب حسین اور پروفیسر مولانا ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کے علاوہ مشہور ادیب اشفاق احمد شامل تھے جن کو علمی ذوق رکھنے والا ہر پاکستانی احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اجتماع کی باقاعدہ کاروائی کا آغاز نماز مغرب کی ادائیگی کے فوراً بعد تلاوت کلام پاک سے ہوا۔

الاخوان کے اس اجلاس عام کی ایک منفرد خصوصیت یہ تھی کہ اس کے منشور کو حاضرین کی متفقہ رائے سے منظور کیا گیا اور اس کے بعد تنظیم کے بانی و مرکزی راہنما مولانا محمد اکرم اعوان کو متفقہ طور پر الاخوان پاکستان کا مرکزی امیر منتخب کر لیا گیا۔ اس کے لیے تقریب کے نقیب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے حاضرین کو دعوت عام دی کہ اگر انہیں مولانا اکرم اعوان بطور امیر قبول نہیں تو وہ کسی دوسری شخصیت کا نام پیش کر سکتے ہیں لیکن حاضرین نے متفقہ طور پر مولانا کو اپنے ہاتھ کھڑے کر کے تنظیم کا باقاعدہ امیر منتخب کر لیا اس سے پہلے ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے تنظیم کے بنیادی مقاصد پڑھ کر سنائے اور ان کا ترجمہ بھی اردو زبان میں سامعین تک پہنچا دیا۔ انہوں نے منشور کو انگریزی زبان میں شائع کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہماری تنظیم کیونکہ بین الاقوامی سطح پر فروغ اسلام اور احیائے دین کا فریضہ انجام دے رہی ہے اس لیے انگریزی زبان کو بین الاقوامی مجبوری کے طور پر اختیار کیا گیا ہے البتہ جلد ہی اس منشور کو اردو زبان میں شائع کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد انہوں نے کرنل عبدالقیوم کو دعوت خطاب دی اور کہا کہ وہ آ کر حاضرین کو الاخوان اور اس کے مقاصد کے بارے میں مختصراً آگاہ کریں۔ کرنل صاحب نے اپنے خطاب میں بتایا کہ کفر و الحاد کی بڑھتی ہوئی یورش اور اہل اسلام کی زبوں حالی نے مولانا محمد اکرم اعوان کے دل و دماغ میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو دین کے صحیح طریقے پر لایا جائے تاکہ دنیا میں امن و امان ہو اور اسلام کا وسیع بنیادوں پر فروغ ہو سکے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو حصول پاکستان میں کسی سیاسی جماعت یا راہنما نے بنیادی کردار ادا نہیں کیا تھا بلکہ یہ انگریزوں کی مجبوری تھی کہ وہ ہندوستان کو آزاد کرتے اور اس مجبوری سے پورے برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے لیے الگ وطن حاصل کرنے کے لیے فائدہ اٹھایا اور پاکستان کے حق میں ان لوگوں نے بھی اپنے ووٹ کو استعمال کیا جو پاکستان نہ آ سکے اور آج کل ہندوستان میں مسلم اقلیت کے طور پر زندگی گذار

رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے ان مسلمانوں کے لیے کیا کیا؟ اور انہیں مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے الاخوان کا قیام عمل میں لایا گیا ہے تاکہ نہ صرف ہندوستان رہنے والی مسلم اقلیت کی حمایت میں بھرپور اقدامات کئے جائیں بلکہ دنیا بھر میں رہنے والے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی جدوجہد کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اگرچہ کئی دینی جماعتیں پہلے سے موجود ہیں لیکن ان میں اکثر مفاد پرست ہیں اور اسلام کی بجائے اسلام آباد کو ترجیح دیتی ہیں البتہ وہ جماعتیں جو دین کے فروغ میں مخلص ہیں ہم ان کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کرنے کو تیار ہیں اور ہم ان سے بھی اپنے لیے مدد اور تعاون کی امید رکھتے ہیں انہوں نے کہا کہ آج جبکہ دنیا کے سیاسی حالات تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں ہمیں اسلام کو دنیا میں ایک سپرپاور کے طور پر منوانے کے لیے بھرپور کوششیں کرنی چاہئیں۔

ان کے بعد صدر پنجاب زون وقار مصطفیٰ کو تنظیم کے جھنڈے کے تعارف کے لئے پر بلایا گیا انہوں نے اپنے خطاب میں مولانا اکرم اعوان سے درخواست کی کہ وہ آکر جھنڈے کی نقاب کشائی فرمائیں۔

تنظیم کا جھنڈا نہایت خوبصورت اور پر وقار سوچ کا عکاس ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تنظیم اپنے مقاصد میں عالمگیر خصائص کی حامل ہے جھنڈے کا نقشہ کچھ یوں ہے کہ

سبز رنگ کی زمین پر جو اسلام کا بنیادی رنگ ہے۔ سفید دھاریوں میں دنیا کا نقشہ عین درمیان میں بنایا گیا ہے اور سفید رنگ سے مراد امن و سلامتی لیا گیا ہے اور پھر اس جھنڈے کی خوبصورت اور متاثر کن بات یہ ہے کہ دنیا کے نقشے کے عین درمیان میں سنہرے رنگ میں مہر نبوت ثبت کی گئی ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ کندہ کیا گیا ہے۔ یعنی اس میں ایک مکمل جذبے اور جوش سے اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ

؎ دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

اپنی تقریر میں وقار مصطفیٰ نے کہا کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں صوفیا کے شہر لاہور میں الاخوان کے پلیٹ فارم پر پہلی مرتبہ اکٹھے ہونے کا موقع بخشا ہے۔ تمام ساتھی سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے تشریف لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ جس مقصد کے لیے اللہ نے ہمیں اکٹھے ہونے کی توفیق بخشی ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں ہمارا حامی و ناصر ہو! آمین ثم آمین۔

ہماری کتنی خوش نصیبی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان پیدا فرمایا۔ وہاں حضرت مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستی سے نوازا۔ ان سے فیض یاب ہونے کی توفیق بخشی۔ یہ ان کی ہی محنت کا ثمر ہے آج مولانا محمد اکرم اعوان جیسی قیادت ہم جیسوں کو نصیب ہوئی اور وہ اس وقت ہم میں موجود ہیں۔ میں ان سے انتہائی ادب احترام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور تنظیم الاخوان کے عظیم ترین جھنڈے کی نقاب کشائی فرمائیں۔ جو ہماری نہ صرف پہچان بننے والا ہے بلکہ دنیائے عالم کے لیے ایک انقلاب آفریں پیغام بھی ہے۔

اس وقت جھنڈا آپ کے سامنے آچکا ہے۔ بظاہر دیکھنے کو تو یہ ایک کپڑے کا رنگ برنگا ٹکڑا ہے لیکن ذرا اس کے اندر جھانک کر دیکھیں تو یہ ہمیں ایک عظیم انقلاب کی دعوت دے رہا ہے۔ وہ انقلاب جو چودہ سو سال پہلے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثاروں نے عرب کی سرزمین پر برپا کیا عرب کی سرزمین سے نکل کر تمام دنیائے عالم میں پھیل گیا۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس انقلاب کے اثرات پر گرد پڑتی گئی حتیٰ کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو امت مرحومہ کے الفاظ سے پکارا جانے لگا۔ جو برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرحوم ہوتی جا رہی تھی۔

آج چودہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو یہ اعزاز بخشا ہے جس نے اللہ کے فضل و کرم سے ۵ سال کے عرصہ میں وہی برکات نبوی دنیا کے ہر خطے میں پہنچا دیں۔ یہ جھنڈا ان ہی لوگوں کی پہچان بننے کا حق رکھتا ہے جو اللہ کے نظام کو اس کی

سرزمین پر دوبارہ قائم کرنے کی جدوجہد کا آغاز کر چکے ہیں۔

ان کے بعد کرنل مطلوب نے مولانا اکرم اعوان کا تعارف کراتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ مولانا صوفیائے کرام کے مشہور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور بزرگان دین جن میں پیران پیر عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ جنید بغدادیؒ ہندوستان میں خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت داتا گنج بخشؒ اور بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ کی طرز پر دین اسلام کی خدمت کو اپنے لیے وقف کر چکے ہیں انہوں نے بتایا کہ مولانا اعوان اس وقت ۵۸ سال کے ہو چکے ہیں اور گزشتہ پینتیس سال سے خدمت اسلام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں آپ نے روحانی پیاس مسلسل پچیس برس تک مشہور عالم دین اور صوفی بزرگ حضرت اللہ یارؒ سے حاصل کی اور پھر ۹ جنوری ۱۹۸۷ء منارہ ضلع چکوال سے فروغ دین کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کیا اور تزکیہ نفس اور احیائے دین کے لیے الاخوان کی بنیاد رکھی اس تنظیم کے تحت منارہ اور لاہور میں دو تعلیمی ادارے منارہ کالج کے نام سے کام کر رہے ہیں جہاں طالب علموں کو دینی و دنیاوی علوم سے بہرہ ور کیا جا رہا ہے آپ نے ملک کے شمالی علاقہ جات کی فلاح و بہبود کے لیے الفلاح فاؤنڈیشن کے نام سے ایک فلاحی تنظیم بھی قائم کی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ تبلیغ دین کے لیے دنیا بھر کا سفر کر چکے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں ان کا سفر نامہ غبار راہ اور ان کی دلی کیفیات پر مبنی کتاب گرد سفر وغیرہ شامل ہیں ان کے علاوہ قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلے میں ان کی چھ جلدیں بازار میں دستیاب ہیں۔

کرنل مطلوب حسین کے تعارفی خطاب کے بعد مولانا اکرم اعوان نے نہایت پر اثر تقریر کی اور اپنے خطاب میں انہوں نے پاکستان کے سیاسی راہنماؤں پر زبردست تنقید کی اور کہا کہ اس وقت بے نظیر اور نواز شریف سمیت سبھی راہنما مفاد پرستی کی سیاست کر رہے ہیں۔ کیونکہ نہ ہی نواز شریف نے اپنی آخری تقریر میں اسلام کا نام لیا اور نہ محترمہ بے نظیر اپنے بیانات اور شاندار الفاظ پر اپنے دور اقتدار میں پورا اتریں۔ کہا سابق وزیراعظم نواز شریف نے اپنے آخری خطاب میں سوائے چند لفظوں میں کہیں بھی اسلام کا نام نہیں لیا بلکہ صرف نام نہاد جمہوریت کا رونا ہی روتے رہے ہیں۔ انہوں نے ان کے حکومت چھوڑ دینے کے اقدام پر زبردست تنقید کی اور کہا کہ ہمارے موجودہ لیڈر قوم پر عذاب الٰہی ہیں لہٰذا ان سے نجات ایجی ٹیشن جلسے اور جلوسوں کے ذریعے نہیں ہو گی بلکہ ان سے نجات کے لیے ہمیں خدا اور اتباع رسولؐ کی طرف لوٹنا ہو گا اور یہی الاخوان کا پیغام ہے۔

مولانا نے اپنے خطاب میں کہا کہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ پاکستان کو بنے ہوئے آج ۴۶ برس ہو گئے ہیں لیکن کوئی راہنما ملک میں اسلام نافذ نہ کر سکا جناح نے اسلام کے نام پر ملک تو حاصل کر لیا لیکن نفاذ اسلام میں ناکام رہے لیاقت علی خان نے اپنی پر جوش قیادت میں آدھا کشمیر حاصل کر لیا لیکن پاکستان کو عملی طور پر اسلامی ملک نہ بنا سکے۔ ایوب خان نے اپنی اصلاحات کیں ہمیں اسلام آباد دے دیا لیکن اسلام نہ دے سکے۔ بھٹو نے اپنی پر جوش قیادت میں دنیا کی سیاست کو ہلا کر رکھ دیا لیکن ملک نفاذ اسلام سے محروم رہا۔ جنرل ضیاء مرحوم بھی اپنی اسلام پرستی اور اسلام پر مکمل عمل کے باوجود ملک میں اسلام کو نافذ نہ کر سکے۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلام کے لیے قربانیاں تو دیتے ہیں لیکن اس کو اپنی ذات پر لاگو نہیں کرتے اور یہی "الاخوان" کا بنیادی مقصد ہو گا کہ اس کے ہر رکن پر اسلام نافذ کیا جائے گا اور اس کا ہر فرد پہلے اسلام کو اپنی ذات پر نافذ کرے گا اور پھر آہستہ آہستہ اسلام خود بخود لوگوں میں رائج ہو جائے گا انہوں نے کہا کہ ہم کسی حکومت یا حکمران کے خلاف اپنے ارکان کو بغاوت پر نہیں اکسائیں گے کیونکہ اسلام کی تعلیمات یہ نہیں ہیں بلکہ ہم خود اپنی ذاتی زندگی میں اسلامی انقلاب لانے کی کوشش کریں گے۔ اور جب ہر فرد خود کو اسلام کے قالب میں ڈھال لے گا تو اسلامی انقلاب خود بخود ہماری زندگیوں سے ابھرے گا اور یہی "الاخوان" کا منشور ہے۔

ملک وملت کی قاتل

جمہوریت

مفاد پرستی کا مطلب
جمہوریت نے سمجھایا
بھائی کو بھائی سے
جمہوریت نے لڑایا
دین کے خلاف لوگوں کو
جمہوریت نے بھڑکایا
عریانی بے حیائی کا دیا
جمہوریت نے جلایا
حیوانیت سے رشتہ
جمہوریت نے جڑوایا
ملک کا سرمایہ
جمہوریت نے کھایا
مہنگائی کا طوفان
جمہوریت نے اٹھایا
عوام کو ٹیکسوں تلے
جمہوریت نے دبایا
دھرتی کا سینہ
جمہوریت نے چبایا
فوج کو چسکا حکومت کا
جمہوریت نے لگایا

ہر شہری کو پریشان
جمہوریت نے دکھایا
صوبہ پرستی کا رجحان
جمہوریت نے سکھایا
انسانیت سے واسطہ
جمہوریت نے تڑوایا
چنگیزیت کا سبق
جمہوریت نے دہرایا
دہشت گردوں کو تاوان
جمہوریت نے دلوایا
حکمرانوں کو فرعون
جمہوریت نے بتایا
پڑھے لکھوں کو جاہل
جمہوریت نے کہلوایا
ہر چیز کا بیڑا غرق
جمہوریت نے کروایا
ووٹ ہے قوم کی امانت
جمہوریت نے فرمایا
پھر بھی قوم کا امن
جمہوریت سے نہ آیا

شکریہ! محمد اشفاق

ایڈورڈ دین

سیماب اولیس

اسلام آباد کے ایک ادبی شمارے میں جناب ممتاز مفتی صاحب کا مضمون نظر نواز ہوا "رام دین" بہت ہی خوبصورت لگا نہ صرف یہ کہ ماضی کے دھندلکوں میں تقسیم ملک کے اسباب کے نقوش دکھائی دینے لگے جو اس مضمون کا موضوع تھا بلکہ ملک پر انگریز بہادر کے قبضہ کے اسباب اس کا طرز حکومت اور پھر آزادی کی مختلف تحاریک ان کے نتائج اور نتائج میں دھاندلی "اس کے ساتھ ساتھ اپنی آزادی کی شناخت میں بھی بہت مدد گار ثابت ہوا کہ یہ "کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے"۔

جناب مفتی صاحب تقسیم ملک کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ وہ وسطی ہند کے کسی علاقے میں بطور استاد کام کرتے تھے ہندوؤں کی اکثریت کا علاقہ تھا ہندو یوں تو بہت امن پسند قوم ہے مگر مذہب کے معاملات میں مسلمانوں سے ذرا زیادہ ہی احتیاط برتنے کی عادی ہے مسلمان کا کپڑا تک اس کے دامن کو چھو کر بھرشٹ کر دیتا ہے لہٰذا وہ اپنا "چوکہ" اور برتن وغیرہ مسلمان سے خصوصاً بچا کر رکھتے ہیں اور مسلمان کے لیے ملیچھ یعنی "نجس" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اگرچہ انہوں نے بڑے میٹھے انداز میں مسلمانوں کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی بہت کوشش کی اس کے باوجود مسلمان ملیچھ ہی رہے تو اس ضمن میں انہوں نے ایک واقعہ یوں نقل کیا کہ انہیں کسی چھوٹے سے گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا جہاں سب ہندوؤں کے گھر تھے انہیں پیاس لگی پانی طلب کیا تو سب خاموش کہ مسلمان کو پانی دینے سے برتن کے ساتھ دھرم بھی بھرشٹ ہو جائے گا اگرچہ اس زمانے میں شہروں کے باسی ہندو ذرا وسیع الظرف تھے کہ اپنے برتن سے پانی گراتے اور مسلمان نیچے ہاتھ رکھ کر اپنے ہاتھ پر سے پانی پی لیتا تھا مگر یہاں دیہات میں تو وہ بات بھی نہ تھی چنانچہ انہوں نے خود تو پانی پلانے سے معذرت کر لی مگر یہ بتایا کہ گاؤں میں ایک گھر مسلمانوں کا ہے آپ وہاں جا کر پانی پی سکتے ہیں چنانچہ یہ حضرت پوچھتے پچھاتے وہاں پہنچے دروازہ پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی "آجاؤ بھائی کون ہے"۔ حویلی میں داخل ہوئے تو نظر چوکے پر پڑی جو تازہ گوبر سے لیپا ہوا تھا یاد رہے کہ ہندو کھانا پکانے کی جگہ ایک تھڑا سا بنا کر روزانہ تازہ گوبر سے لپائی کرتے تھے یہ گوبر مقدس گائے کا مقدس گوبر پاکیزگی اور برکت حاصل کرنے کا سبب مانتے تھے پھر ہر فرد کے کھانے کے الگ الگ برتن جو عموماً دھات کے بنے ہوتے تھے اس پہ دھرے ہوتے تھے اس کے ساتھ سامنے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو انہیں حیرت سے دیکھے جا رہا تھا اور جس کی شکل ہی سوالیہ نشان بن رہی تھی ہندوؤں والی چوٹی سر پر اور دھوتی کا پلو بھی ہندوؤں کی طرح اڑسے ہوئے تو یہ صاحب تو سٹپٹا گئے کہ میں پھر کسی ہندو کے گھر آ گیا معذرت چاہی کہ مجھے پیاس لگی تھی کسی نے بتایا کہ یہ مسلمان کا گھر ہے اور میں اندر چلا آیا تو اس نے بڑی گرمجوشی سے کہا ہاں ہاں کہنے والے نے آپ کو ٹھیک کہا یہ مسلمان کا گھر ہے اور وہ پانی کے گھڑے رکھے ہیں آپ خوب سیر ہو کر پئیں وہ بہت حیران ہوئے اور پوچھ لیا جی آپ کا نام؟ تو انہوں نے بتایا "رام دین" اور یہ بیچارہ ابھی تک ملیچھ بھی تھا۔

یہ قصہ سنا کر وہ تقسیم ملک کی وجہ نئی نسل کو سمجھانا چاہ رہے تھے اور آگے جا کر لکھتے ہیں کہ اگر ملک تقسیم نہ ہوتا اور پاکستان نہ بنتا تو شاید آج ہم "رام دین" ہوتے یہ قصہ دلچسپ

بھی تھا اور بڑا دگلداز بھی لہٰذا دل میں جذبات تشکر تو ضرور پیدا ہوئے کہ اللہ نے ایک آزاد ملک عطا فرما کر ہمیں اپنے دین پر زندہ رہنے اور دین پر مرنے کا موقع عطا فرمایا مگر ساتھ ایک سوال بھی ضرور پیدا ہوا کہ آخر یہ ہزار سالہ اسلامی عظیم ریاست اور بڑے بڑے نامور مسلمان سلاطین کی سلطنت مسلمان علماء کا مسکن اور نامور صوفیاء کا وطن غلام کیسے بن گیا تھا۔

یہ اعجاز بھی اسی واقعہ کے اثرات کا تھا کہ ذہن مغلیہ دربار میں انگریز ڈاکٹروں کی رسائی اور بادشاہ سے انگریزوں کے لیے تجارت کرنے کا اجازت نامہ لیتے دکھائی دے رہے تھے پھر ذہن کلکتہ اور خلیج بنگالہ کے سرحدی علاقوں میں انگریز تجارتی کوٹھیوں کو دیکھ رہا تھا جن میں تجارتی مال کے پردے میں سپاہ بھی جمع کی جا رہی تھی اور پھر ایک نئے منظر کو ابھرتے دیکھا شیر بنگال کو شکست کھا کر خون میں ڈوبتے دیکھا لیکن کیا انگریز یا اس کی سپاہ نے اسے شکست دی تھی نہیں ہرگز نہیں یہ تو میر جعفر کا کارنامہ تھا جس نے انگریز سے ساز باز کر کے نواب سراج الدولہ کو دھوکہ دیا اور چند روزہ ادھار پر لئے گئے اقتدار کے لیے مسلمانوں کا اقتدار فروخت کر دیا پھر نگاہ میں سرنگا پٹم گھوم گیا ٹیپو سلطان کی خون میں ڈوبی ہوئی نعش جسے انگریز شکست نہ دے سکا مگر سر صادق کی ضمیر فروشی نے خاک و خون سے لوٹا دیا بہادر شاہ ظفر کو دیکھا جسے مرزا قادیانی کے اجداد نے دھوکہ دے کر خود کو انگریزوں کے سپرد کرنے پہ آمادہ کیا اور یوں مغلیہ شوکت کا آخری سورج ڈوب گیا یعنی باہر کے فاتح اندر کے غداروں کے ہاتھوں فاتح کہلائے اور پھر ایک نیا دور شروع ہوا وطن فروش نوازے گئے اور دین فروشوں کو عہدے ملے خطابات عطا ہوئے جاگیریں دی گئیں اور یوں وہ لوگ بدیسی حکمرانوں کو ملک پر مسلط کرنے میں اپنی ساری توانائیاں صرف کرنے لگ اور ساتھ ساتھ وہ خود کو بھی انگریزی سانچے میں ڈھالنے لگے لباس شکل و صورت انداز گفتگو تک انگریزی میں ڈھلنے لگے ماں سے ماما اور باپ سے ڈیڈ بنے شروع ہوئے اور بچے ٹوڈی بنتے گئے اگرچہ رام دین سے بھاگے تھے مگر زمانہ ان دنوں کنگ ایڈورڈز کا تھا لہٰذا لوگ ایڈورڈ دین بننا شروع ہو گئے بلکہ بن گئے انگریز بہادر کے خلاف اہل حق سینہ سپر رہے اور غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے قربانیاں دیتے رہے ان پر ایڈورڈ دینوں کے ہاتھوں مظالم ڈھائے جاتے رہے ہندو کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں اور مسلمانوں کو واقعی برام دین بنانے کی سازشوں کو ناکام کرنے میں ان اہل حق کا خون کام آیا جنہوں نے جانیں نچھاور کیں مگر ہوا یہ کہ رام دین سے بھاگنے والوں کو آزادی ہے [illegible] میں ایڈورڈ دینوں کے سپرد کر دیا گیا اور تب سے اب تک ایک خاص طبقہ جس کے بچے اس ملک میں پیدا ہونے گوارا نہیں کرتے اس ملک کے سکولوں میں نہیں پڑھتے اور اس ملک کا دانہ پانی تک انہیں ہضم نہیں ہوتا مگر حکومت اس ملک پر کرتے ہیں وہی اور صرف وہی اقتدار کے مزے لوٹ رہا ہے قرآنی تعلیمات سے نصاب عاری اور ذرائع ابلاغ میں خواہشات و خرافات کی بھرمار صرف ایڈورڈ دینوں کی حکومت کو قائم رکھنے کی کوششوں کا نام اور ایک صورت ہے حال کچھ ایسا ہے کہ جیسے جنگل کے شیر کو دھوکہ دے کر پکڑا گیا جنگل سے جنگلے میں پہنچایا تڑپتے تلملاتے شیر کو سدھایا جانے لگا اور پھر رنگ ماسٹر کے سپرد کر کے کہہ دیا کہ جاؤ بیٹے اب آزاد ہو کھلے بڑے حال میں ناچو اچھلو کرتب دکھاؤ اور بے شمار لوگوں سے داد وصول کرو صرف رنگ ماسٹر کے تیوروں کا خیال رکھنا ورنہ اس کے کوڑے میں تو بجلی کا شارٹ بھی ہے یہی آزادی آج کے مسلمان کو ملک خداداد میں حاصل ہے اللہ کرے یہ رنگ ماسٹر یعنی ایڈورڈ دین کو پہچان لے اور اس کے چنگل سے نکل سکے اس کے مدارس علوم جدیدہ کے ساتھ تعلیمات قرآنی سے بچوں کا سینہ روشن کریں اور وہ ایڈورڈ دین کی بجائے دین محمدؐ بن سکیں تاکہ آزادی کی بہار دیکھنا نصیب ہو۔

[redacted]

نظامِ ربوبیت

رب کریم نے قوم سیاہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے دنیا میں بہت خوشحال معاشی اعتبار سے اور سیاسی اعتبار سے طاقتور اور بہت ہی ایک بڑی سلطنت کی مالک قوم تھی اللہ کریم نے انہیں جتنی جتنی آسانیاں جتنی سہولتیں جتنے وسائل دیئے اتنے وہ اللہ سے دور ہوتے چلے گئے اور گناہ کی دلدل میں غرق ہوتے چلے گئے ہر ایک چیز کی کوئی حد ہوتی ہے اس حد پر جب پہنچے تو عذاب الٰہی کی گرفت میں آئے اور ان کا نام افسانوں میں رہ گیا اور وہ قصے کہانیوں میں رہ گئے وجود مٹ گیا ان کا اقتدار چلا گیا وہ بجائے ایک قوم کے ایک تاریخ بن گئے ان کے پرخچے اڑا دیئے فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو مشکلات میں صبر کرتے ہیں برداشت کرتے ہیں اور فراخی آجائے تو اللہ کا شکر کرتے ہیں اس کی نافرمانی کسی حال میں نہیں کرتے۔ مشکل میں پھنس کر بھی اس کی یاد سے اسکی اطاعت سے غافل نہیں ہوتے اور فراخی یا اقتدار آجائے تو بھی اس کی عظمت کو بھول نہیں جاتے اس حال میں صبر کرتے ہیں اس حال پر شکر کرتے ہین ایسے لوگوں کے لیے کتنی واضح دلیل ہے کردار کی برائی عمل کی برائی کبھی کسی نیک انجام کا پتہ نہیں دیتی فرمایا ولقد صدق علیھم ابلیس ظنہ ایسے لوگ تھے کہ ابلیس کو تو یقین نہیں تھا اسے ظن تھا کہ کچھ لوگوں کو میں قابو کر لوں گا اس نے ازل سے کہا تھا کہ اے اللہ تو مجھے زندگی دے دے تو جس انسان کی عظمت نہ ماننے پر تونے مجھے مردود قرار دے دیا ہے یہ انسان تیری بات ماننے کی بجائے میری بات مان لے گا اللہ کریم نے فرمایا کہ تجھے مہلت بھی دیتا ہوں اور میں تجھے یہ بھی بتا دوں۔ میرے جو بندے میرے ہوں گے تیری بات نہیں سنیں گے اور جو بندے ہو کر میرے نہیں بنیں گے مجھے پرواہ نہیں ہے کہ وہ تیری سنتے ہیں یا کس کی سنتے ہیں لیکن ابلیس کو بھی یقین نہیں تھا اسے پتہ تھا میری حقیقت کیا ہے کہ میں نے اگر غلط بات کہہ دی مشکل میں ڈالنا ہے ذلت میں ڈالنا ہے مجھے اسے رسوا کرنا ہے تو وہ بہرحال ایک آسان ایک باوقار ایک خوبصورت زندگی کو چھوڑ کر میری بات مان کر کیوں مصیبتوں میں پڑے گا اسے ایک ظن تھا کہ کچھ کام ہو جائے گا کچھ تو کر ہی لوں گا اللہ کریم فرماتے ہیں ولقد صدق ابلیس ظنہ ان بیوقوفوں نے تو ابلیس کے ظن کی تصدیق کر دی ایسے بیوقوف بھی ہیں اسے ظن تھا اسے گمان تھا اسے یہ خیال تھا کہ ایسا ممکن ہے یہ ایسا ہو جائے اسے یقین بھی نہیں تھا تو فرمایا انہوں نے ناشکری نافرمانی کر کے اس کے شک کو اس کے ظن کو وہ خوبی مہیا کی فاتبعواہ اس کا اتبع کیا گیا بڑی سادہ سی تھیوری ہے اسلام کی کہ یہ دنیا میں Way of life ہے کوئی بھی بندہ ان سے باہر تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے ایک Way of life یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ کو اس کے نبی کو Follow کرتا ہے اللہ کی بات سنتا ہے اس کے نبی کی بات سنتا ہے اور اپنے Decision دیتے وقت اس Frame work میں اپنے کو Fit کرتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرا یہ ہے کہ وہ ان حدود سے نکل جاتا ہے اب اسے سمجھ آئے یا نہ آئے ان حدود سے نکلنا جو ہے یہ شیطان کی راہ ہے ان سے باہر جتنے راستے بھی جائیں گے وہ شیطانی ہوں گے اور ان پر شیطان ہی رہنمائی کر رہا ہوتا ہے تیسرا کوئی راستہ ہی نہیں یعنی یہ آدمی کو بالکل یقین ہونا چاہیئے کہ وہ یہ سمجھے کہ میں اللہ کی نہیں مانتا تو میں شیطان کی نہیں مانتا اپنی مرضی کرتا ہوں اپنی تو وہ کر ہی نہیں سکتا اپنی وہ اس لیے نہیں کر سکتا کہ جب وہ دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو وہ جانتا ہی کچھ نہیں سارا علم وہ اپنے ماحول سے لیتا ہے رہنا کیسے ہے کمانا کیسے ہے کرنا کیا ہے جھوٹ کیسے کہتے ہیں سچ کیا ہے دھوکا کیسے دینا ہے اس سے مجھے کیا ملے گا

اگلے کو کیا تکلیف ہو گی زندگی کا سارا علم جو ہے زندگی گذارنے کے سارے جو اسالیب ہیں وہ اپنے اس ماحول سے لیتا ہے ان لوگوں سے لیتا ہے جو پہلے اس Process سے گذر رہے ہوتے ہیں والدین سے بہن بھائیوں سے سکول کے دوستوں سے پھر بازار کے دفتر کے دوستوں سے وہ زندگی بھر کچھ نہ کچھ سیکھتا کچھ نہ کچھ سمجھتا چلا جاتا ہے اب وہ یہ سمجھے کہ یہ فیصلے میرے ہیں یہ اس کے نہیں ہیں ان لوگوں میں بھی دو ہی طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جو اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر اور اس کی حدود کے اندر فیصلے کرتے ہیں یا وہ جو شیطان کی پیروی کر رہے ہیں تو وہ نہ جانتے ہوئے بھی جب اللہ کی پیروی چھوڑتا ہے تو یقیناً وہ اس رستے پر چلتا ہے تیسرا کوئی راستہ ہی نہیں تو بندہ سب کچھ سیکھ کر تو نہیں آتا یہاں آکر سیکھتا ہے جن سے سیکھتا ہے ان میں بھی دو ہی فریق ہیں اور اللہ کریم فرماتے ہیں کہ بچا کون؟ سب نے شیطان کی بات مانی فرمایا نہیں الا فریق من المومنین ساری قوم گمراہ ہو گئی تھی تب بھی کچھ لوگ ایسے تھے جن کے پاس نور ایمان تھا انہوں نے شیطان کی بات نہیں مانی وہ اس کے بہکے نہیں تھے اور پھر اللہ کریم فرماتے ہیں بڑی عجیب بات یہ ہے کہ وما کان لہ علیھم من سلطان شیطان کو میں نے ان پر کوئی اختیار نہیں دیا وہ ان سے پکڑ کر اپنی بات نہیں منوا سکتا تھا وہ ان پر اپنی بات مسلط نہیں کر سکتا وہ بے بس نہیں تھے اس کے مقابلے میں بات صرف اتنی تھی ہم نے یہ امتحان رکھ دیا تھا انسان کے سامنے کہ یہ اپنی Choice سے اپنی پسند سے کونسا راستہ اختیار کرتا ہے اس میں ایک طرف میرے نبی بھی تھے میری کتابیں بھی تھیں اور پھر انسان کے اندر ایک ضمیر نام کی ایسی چیز Fit کر دی ہے جو اسے اندر سے بھی کہتی تھی کہ یہ کام غلط ہے دوسری طرف شیطان تھا شیطانی وساوس تھے شیطانی معاشرہ تھا شیطان کے دوسرے ذرائع تھے اب ان سے بچنے کے لیے اس کے پاس بہت بڑی بات یہ تھی کہ اگر وہ میری نعمتوں کو بھی بھول جاتا میرے احسانات کو بھی بھول جاتا میں نے اسے زندگی دی شعور دیا اعضاء و جوارح دیئے اب انہی طاقتوں سے اسی سننے اور دیکھنے کی قوت سے اسی بولنے کی قوت سے انہی ہاتھ پاؤں سے میری نافرمانی کر رہا ہے اگر وہ اتنا بھی ناشکرا ہے تو کم از کم اسے اس بات پر اگر یقین ہوتا کہ مجھے واپس اللہ کے حضور جواب دینا ہے یعنی ایمان اس پر آخرت پر تو ہوتا تو بھی وہ شیطان کے پیچھے چلنے سے بچ سکتا تھا پھر بھی یہ یقین اسے بچا لیتا اگر وہ میرا شکر نہ کرتا میرے انعامات پر میرا شکر نہ کرتا اچھی بات تو تھی کہ وہ یہ سمجھتا کہ اللہ نے مجھے انسان بنایا ہے انسانی عظمت دی ہے انسانی شعور دیا ہے انسانی عقل دی ہے انسانی بصیرت دی ہے تو بحیثیت انسان جن باتوں کو میں خود بھی ناپسند کرتا ہوں اور برا سمجھتا ہوں پھر ان کو چھپ کر کرنے سے کیا فائدہ جب ہم کوئی بھی گناہ کرتے ہیں تو ہم بھی یہ نہیں چاہتے کہ کسی دوسرے کو علم ہو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے نزدیک بھی وہ بات بہت ناپسندیدہ ہے تو جب ہم سمجھتے ہیں کہ ناپسندیدہ ہے تو اسے کیوں کرتے ہیں لیکن اگر اس سے بھی گذر جاتا تو اس یقین پر تو قائم رہتا مجھے پھر اس سب کا حساب دینے کے لیے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے یہ بھی اسے بچا لیتا یعنی اگر وہ میرا احسان مان کر میری اطاعت نہ کرتا تو محاسبے کے خوف سے ضرور کرتا کہ کل اس کی جوابدہی ہو گی تو امتحان ہی یہی تھا الا لنعلم تاکہ یہ بات واضح ہو جائے من یومن بالاخر کون ہے جسے یہ یقین ہے اللہ کے پاس واپس جاتا ہے اور کون ہے جو سنتا بھی ہے کہتا بھی ہے آخرت ہے قیامت ہے لیکن پھر یقین نہیں ہے اسے گمان سا گذرتا ہے اسے اس میں شک ہے پتہ نہیں ہے کہ کیا ہو گا کچھ ہے بھی یا نہیں ہے کچھ ہو گا دیکھی جائے گی اور فرمایا اللہ کریم کا نظام ایسا ہے کہ اس میں کوئی بات ضائع نہیں ہوتی Slip بھی نہیں ہوتی بڑی عجیب بات یہ ہے کہ کہیں چھپ کر بھی کوئی جرم کر بیٹھتا ہے اس کے اثرات اس کی ذات پر اس معاشرے پر ماحول پر اس کی زندگی اس کی موت اور مابعد الموت پر بھی یقیناً مرتب ہوتے ہیں کوئی چیز Slip نہیں ہوتی Miss نہیں ہوتی وربک علی کل شیء حفیظ یہاں اللہ کریم نے اپنا نام رب استعمال فرمایا ہے واللہ علی کل شیء حفیظ بھی

ہو سکتا تھا۔ اللہ ہر چیز کو محفوظ رکھتا ہے یہاں رب فرمایا ربوبیت باری کو ہم اگر دیکھیں تو یہ سسٹم اتنا Complicated ہے کہ بندہ اسے سمجھ نہیں سکتا جب اللہ نے زمین بنائی اس میں جو مخلوق بنائی تو مخلوق کا وجود نہیں بنا لیکن ہر وجود کے ذرات اس میں تب مقرر کر دیئے تھے جب اس نے زمین بنائی ان تمام ذرات کو اس نے زمین کا حصہ بنا دیا اب اس نے ایک Process establish کر دیا میرا ایک وجود بنتا ہے لیکن اس میں صدیوں کا عمل دخل ہے کہ کب سے اس زمین پہ کتنے انقلاب آئے شاید کسی زمانے وہ ذرات زیر آب رہے ہوں جو کبھی جا کر میرا وجود بنے سمندر کے کسی انتہائی گہرے حصے میں ہوں پھر شاید میرے آنے سے پہلے وہاں سے پانی ہٹ گیا ہو سبزہ اگ گیا ہو پھل بن گئے ہوں یا کہیں چاول اگے کہیں کھیتیاں اگیں تو یہ سب کیا ہے مختلف Atoms ہیں ان کے مختلف تناسل سے مل جانے سے مختلف چیزیں بن جاتی ہیں سارے ذرات ان ذرات کی ایک نسبت سے ملتے ہیں تو سونا بن جاتا ہے دوسری نسبت سے ملتے ہیں تو چاندی بن جاتے ہیں تیسری نسب سے ملتے ہیں سکہ بن جاتے ہیں ایک اور نسبت سے جمع ہوتے ہیں ہیرا بن جاتے ہیں اور ایک نسبت سے جمع ہوتے ہیں تو درخت بن جاتے ہیں پھل بن جاتا ہے پتہ بن جاتا ہے کسی اور نسبت سے جمع ہوتے ہیں چاول بن جاتے ہیں ایک اور نسبت سے جمع ہوتے ہیں گندم بن جاتی ہے ہیں تو سارے ذرات پھر آخر جل کر یا راکھ بننے کے بعد ختم ہونے کے بعد پھر واپس اسی میں چلے جاتے ہیں وہ جو Cells ہیں یا وہ جو Atoms ہیں وہ Waste نہیں ہوتے اسے آپ جلا دیں اسے آپ کسی بھٹی سے نکال لیں وہ واپس اپنی اس Shape میں چلے جاتے ہیں اس کی وہ جو Atomic Position ہے اپنی جگہ منجمد ہے تو اب اگر ہم اس نظام کو سوچیں تو اس کا نظام ربوبیت کتنا مضبوط ہے کہ ان ذرات کو کہیں اس نے کچھ ذرات سے ایک جانور بنائے وہ گائے ہیں بھینس ہے بکری ہے انہی ذرات سے کچھ اس نے گھاس اگائی پھر وہ گھاس اس کے پیٹ میں گئی پھر کچھ گوشت بنا کہیں دودھ بنا کہیں مکھن بنا کچھ لوگوں کے ذرات اس گوشت میں موجود تھے اس کو گوشت پہنچا دیا کچھ کے ذرات دودھ میں Convert ہوئے دودھ پہنچا دیا کچھ کے اس مکھن گھی میں چلے گئے ان کو وہ پہنچا دیئے یعنی ایک لمبا Process ہے کہیں گرم مصالحہ اگتا ہے دنیا کے دوسرے سرے پر چاول اگتا ہے تیسرے پر گنا اگتا ہے وہ چینی بنتی ہے ان کو اس طرح سے چلا کر لاتا ہے کہ میرے ذرات آپ تک نہیں جاتے آپ کے وجود کے ذرات مجھ تک نہیں آتے کبھی کوئی Disturbance نہیں ہوتی ہر وجود پر وہ ذرہ پہنچتا ہے جو اس کے لیے مقرر کر دیا گیا ہے حتی کہ باپ غذا کھاتا ہے اس کی نسل سے وہ پانچ اولادیں پیدا کرنا چاہتا ہے تو پانچ اولادوں کے ذرات وہ اس کی Diet میں لے رہا ہے لیکن وہ اس کا خون ہڈی گوشت نہیں بنتے۔ اس کے صلب میں Save ہوتے چلے جاتے ہیں اسی معدے میں جو غذا Process کر کے وجود کے حصے بناتا ہے اس میں وہ الگ ہو کر ایک جگہ محفوظ ہو جاتے ہیں وہ آگے منتقل ہوں گے ماں کے پیٹ میں جائیں گے ماں غذا کھاتی ہے بچے کا حصہ اس کے معدے سے Process ہو کر بچے کے وجود میں چلا جاتا ہے اس کے معدہ کا گوشت نہیں بنتا بچے کے وجود کا حصہ Process ہو کر اس کے جسم سے دودھ بن کر بچے تک پہنچ جاتا ہے اس کے وجود میں ضم نہیں ہوتا تو فرمایا تیرا رب پیدا کرنے کے بعد بھی تجھے جتنی روزی دیتا ہے وہ تیرے وجود کا حصہ ہے کوئی شخص فالتو ایک دانہ کھا کر نہیں مرتا اگر ایسا ہوتا تو پچھلوں کے لیے Stock ختم ہو جاتا Over Draw اگر ہوتی تو اب تک ذخیرہ جو ہے غذا کا ختم ہو چکا ہوتا اور اگر کوئی چھوڑ کر مرتا تو دنیا میں وہ سنبھالنے سے لوگ عاجز آ جاتے اتنے بچ جاتے آپ انسانوں کا اندازہ کریں کتنے انسان گذر گئے تو وہ ایک ایک لقمہ بھی اگر چھوڑ جاتے تو غذا کے پہاڑ ہوتے انسانوں کے رہنے کے لیے زمین ہر جگہ نہ ہوتی کوئی بھی شخص اپنے حصے کا ایک قطرہ پانی یا ایک دانہ غلے کا چھوڑ کر نہیں جاتا دوسرے کا لے نہیں سکتا یہ اس کی ربوبیت کا ایک ادنی سا ایک شعبہ ایک چھوٹا سا پہلو ہے۔

امن کی بستی

چوہدری مظفر حسین

قرآن حکیم میں ایک ایسی بستی کی مثال دی گئی ہے جو امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور اسے ہر طرف سے بفراغت رزق میسر آ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کفران نعمت کا مزا چکھایا اور بھوک اور خوف کے مصائب ان پر چھا گئے۔ بستی کی یہ مثال راقم الحروف کے ہمیشہ پیش نظر رہی ہے اور اسے اس بات پر غور و خوض کرنے کے لیے اکساتی رہی ہے کہ زرعی پیداوار پر شکر اور کفر کے رویے کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی دوران راقم کو آج سے کوئی پچیس تیس سال پہلے کہیں یہ پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ زرعی توسیع اور زرعی ترقیات پر بلند پایہ کتابوں کے شہرہ آفاق مصنف ڈاکٹر اے۔ ٹی موشیر (A.T. Mosher) نے پی' ایچ' ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے جو مقالہ لکھا تھا' اس کا عنوان "جنوبی ہند میں زراعت پر مذہب کے اثرات" تھا۔ اس نے اپنی ایک کتاب میں یہاں تک لکھا ہے۔

Any attempt to think about farming is woefully inadequate unless it considers seriously the deep mystry of personality and ultimate relationship between each person and God.

ترجمہ:- زراعت کو سمجھنے کی ہر وہ کوشش دردناک حد تک ناکافی ہے جس میں شخصیت کے راز سربستہ پر گہرے غور و خوض کے ذریعے ہر شخص اور خدا کے مابین تعلق کو سمجھنے کی کاوش شامل نہیں۔

درحقیقت موشیر کا یہ بیان ایک طرح سے محولہ بالا قرآنی مثال کی تصدیق و توثیق کرتا ہے اور یہ محض اتفاق کی بات ہے کہ آج سے چند سال پہلے جب راقم کسان کمشن کے رکن کی حیثیت سے کام کر رہا تھا تو اسے بہاولپور کے ایک نواحی گاؤں چیلے وان کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ یہ گاؤں جو ایک ہزار نفوس کی آبادی پر مشتمل ہے' یہ منفرد اعزاز رکھتا ہے کہ آبادی کے تمام مرد و زن حفاظ قرآن ہیں اور نوے فیصد بچے بھی قرآن مجید حفظ کئے ہوئے ہیں۔ بقایا ۱۰ فیصد بچے یا تو ابھی پڑھنے کی عمر کو نہیں پہنچے یا قرآن پڑھ رہے ہیں یا حفظ کی تکمیل کے عمل میں ہیں۔ اس لیے قدرتی طور پر شوق پیدا ہوا کہ اس گاؤں کو دیکھنا چاہیے جس کی تقریباً سو فیصد آبادی قرآن حفظ کئے ہوئے ہے' کیونکہ زراعت پر اسلام کے اثرات و برکات دیکھنے کے لیے یہ بہترین "کیس سٹڈی" ثابت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس وقت کے ملتان ریجن کے ڈائریکٹر توسیع جناب چوہدری عبدالغفار صاحب سے رابطہ قائم کر کے گاؤں کا دورہ کرنے کے لیے ایک ٹیم تشکیل دی گئی۔ اس ٹیم میں راقم الحروف کے علاوہ جناب ڈاکٹر حافظ عبدالقیوم سابق پروفیسر زرعی یونیورسٹی فیصل آباد) جناب محمد نواز بھٹی ڈائریکٹر زرعی اطلاعات پنجاب بھی شامل تھے۔

اپریل ۱۹۹۰ء کے آخری ہفتہ میں ٹیم نے دورے کا پروگرام بنایا چوہدری عبدالغفار صاحب کی معیت میں ٹیم وہاں پہنچی تو سب سے پہلے جس چیز نے ہمیں متاثر کیا وہ وہاں کا صاف ستھرا ماحول تھا۔ گاؤں کی سرکردہ شخصیت حافظ عبدالحمید صاحب نے اپنی بیٹھک میں ہمارا استقبال کیا' جہاں گاؤں کے دیگر معززین بھی جمع تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ اس گاؤں میں سو گھرانے بستے ہیں اور تین ہزار ایکڑ اراضی پر کاشت کی جاتی ہے جس میں سے دو تہائی رقبہ نہری ہے اور باقی حصہ دریائی گاؤں میں ٹیوب ویل بھی نصب ہیں اور ۲۶ ٹریکٹر بھی موجود ہیں خریف میں کپاس اور ربیع میں گندم کاشت کی جاتی ہے۔ کپاس کی اوسط پیداوار فی ایکڑ تیس من اور زیادہ سے زیادہ ۴۲ من ہے۔ اسی طرح گندم کی اوسط پیداوار فی ایکڑ ہیں

پچیس من اور زیادہ سے زیادہ پچاس من اٹھتی ہے۔ پیداوار کا یہ معیار گرد و نواح کے دیگر دیہات کے مقابلے میں بہتر ہے۔ ایف ایف سی والوں کی طرف سے کھاد کی ایک ایجنسی گاؤں میں کھول گئی ہے، لیکن زرعی لوازم کے حصول میں ان کی مشکلات علاقہ کے عام لوگوں سے چنداں مختلف نہیں ہیں ڈائریکٹر زراعت کے بیان کے مطابق سبھی لوگ محکمہ زراعت کی سفارشات پر عمل کرتے ہیں۔ سو فیصد کپاس لائنوں میں کاشت ہوتی ہے اور کپاس کی فصل میں باقاعدگی سے سپرے کئے جاتے ہیں۔

زندگی کے بارے میں ان کا عام رویہ بڑا ہی سادہ، پاکیزہ اور صحت مندانہ پایا۔ ہمیں یہ بتایا گیا کہ گاؤں کا ایک بھی شخص حقہ یا سگریٹ نہیں پیتا اور گزشتہ دو سال میں اس گاؤں کا ایک بھی مقدمہ پولیس یا عدالت میں درج نہیں کروایا گیا اول تو کوئی جھگڑا ہوتا ہی نہیں اور کبھی ہو بھی جائے تو گاؤں کے بزرگ ثالث بن کر معاملہ نہایت خوش اسلوبی سے نمٹا لیتے ہیں۔ گاؤں میں کسی قسم کی دھڑا بندی نہیں اور نہ ہی مذہبی فرقہ بندی نام کی کوئی چیز پائی جاتی ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بچے باقاعدہ مدرسہ نہیں جاتے۔ چونکہ تمام مستورات بھی قرآن مجید کی حافظہ ہیں، اس لیے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم گھر پر ہی دی جاتی ہے۔ جب کوئی بچہ چار سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو قرآن مجید کی تعلیم شروع کرا دی جاتی ہے اور بعد میں قرآن مجید حفظ کروایا جاتا ہے۔ نو سال کی عمر تک حفظ القرآن کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک آدھ سال کی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ گاؤں میں تین مساجد ہیں جہاں عربی کی تعلیم اور قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھایا جاتا ہے۔ نوجوانوں کے پاس فقہ اور تفاسیر بھی ہوتی ہیں۔ گاؤں کے لڑکے جدید تعلیم سے آراستہ ہونے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ گاؤں کے بارہ لڑکوں نے ایم اے اور ایم۔ ایس۔ سی کیا ہے۔ جن میں سے ایک نوجوان نے بہاؤ الدین ذکریا یونیورسٹی کے ایم ایس سی (ریاضیات) میں اول پوزیشن حاصل کی۔ ایک لڑکے نے بی فارمیسی پاس کیا ہے۔ گاؤں کے لوگ وقت ضائع نہیں کرتے اور انہیں لغویات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ گاؤں میں تین مساجد ہیں۔ شبینے بڑے اہتمام سے کروائے جاتے ہیں۔ بلکہ اس گاؤں کے حفاظ اردگرد کے چکوک میں شبینوں میں جاتے ہیں گاؤں میں کوئی انجمن نہیں، لیکن تمام کام مشورے سے انجام پاتے ہیں۔ گاؤں کے ایک نوجوان حافظ نور محمد نے، جو پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔ اے (معاشیات) کا طالب علم تھا، نے بتلایا کہ چیلوان کے نوجوان اپنی اپنی جامعات میں اثر رکھتے ہیں اور بالعموم اسلامی جمعیت طلبہ سے منسلک ہوتے ہیں۔

حافظ عبدالحمید صاحب نے مزید بتلایا کہ گاؤں کے لوگ رسوم و رواج اور فضول خرچی سے اجتناب کرتے ہیں۔ جہیز پر خرچ ہوتا ہے، لیکن جہیز پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی توفیق کے مطابق اپنی آسانی سے جتنا چاہے دیتا ہے۔ نوجوانوں کی شادیاں بالعموم دوران تعلیم ہی کر دی جاتی ہیں اور رشتے چونکہ گاؤں اور برادری سے باہر نہیں ہوتے، اس لیے تعلیم یافتہ نوجوانوں کا پرانے ماحول کے ساتھ رشتہ قائم رہتا ہے اور وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اپنے رشتہ داروں اور گاؤں کے لوگوں کی عزت کرتے ہیں۔

گاؤں کی معاشی ترقی پر بات ہوئی تو حافظ عبدالحمید صاحب نے بتلایا کہ اپنا اپنا نظریہ زندگی ہوتا ہے۔ ہم لوگوں کی معاشی ترقی کی دینداری پر ترجیح نہیں دیتے اس لیے قناعت پسند ہیں، اور متوکل، مطمئن اور مسرور زندگی گزارتے ہیں۔

یہ ہے ایک ایسی بستی کی مثال جو آج کے پر آشوب دور میں بھی امن و اطمینان کی زندگی گزار رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے میں بھی کمی نہیں کرتی۔

سوال آپ کا

جواب شیخ المکرمؒ کا

سوال :۔ یہ کسی ساتھی کے سوال ہیں کہ چند عرصہ پہلے بندہ کو بڑے تیز مشاہدات تھے اب بالکل کچھ بھی نظر نہیں آتا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب :۔ شاید آپ نے شکایت کی ہو گی مشاہدات کی تیزی کی اور اگر کچھ نظر نہیں آتا تو بہت اچھی بات ہے دیکھ کر کرنا بھی کیا ہے پہلے پہلے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے تو آپ کو تیز مشاہدات ملے آپ نے دیکھ لیا تو اب بغیر دیکھے اللہ اللہ کرتے رہو غرض تو قرب الٰہی کی ہے، عملی زندگی کی۔ مشاہدات کوئی مقصودی چیز تو ہیں نہیں اور صوفیوں کے نزدیک مشاہدات کھلونے ہیں جن سے سلوک و طریقت کے بچوں کو بہلایا جاتا ہے طلعھا اطفال الطریقہ ان سے طریقت اور سلوک کے بچوں کو بہلایا جاتا ہے کہ انہیں کچھ نظر آتا رہے اور یہ اللہ کا ذکر چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ مقصد تو یاد الٰہی اور اس کے نتیجے میں اللہ سے قلبی تعلق اور عملی زندگی میں اطاعت الٰہی کو لانا ہے مشاہدات ہوں یا نہ ہوں وہ تو اللہ کا انعام ہے نہ ہوں تو ماشاء اللہ۔ دارالعرفان میں بھی ہم سے نادانستہ طور پر اور کبھی دانستہ طور پر کوتاہیاں ہو جاتی ہیں یہی تو بندے کی شناخت ہے کہ یہ بندہ ہے اگر بندے سے کوتاہی نہ ہو تو پھر فرشتہ ہوا بندہ تو نہ ہوا تو فرشتے تو اللہ نے بنائے نہیں۔ بات عملی کوتاہی کی نہیں ہوتی بات اس خلوص کی ہوتی ہے جو اللہ کی اطاعت کے لیے پیدا ہوتا ہے اور اس پر بعض اوقات جب کوتاہی ہوتی ہے تو اتنا درد لگتا ہے کہ اتنا ثواب شاید نیکی کرنے سے نہ ملتا جتنا اس گناہ سے توبہ کرنے سے مل جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے جو معیار دیا ہے وہ یہ ہے۔

لم یصرو اعلی ما فعلوا۔ اگر اللہ کے بندوں سے کوتاہی یا غلطی ہو جائے تو اس کوتاہی کو پیشہ نہیں بناتے اسی پر عمل پیرا نہیں ہو جاتے بلکہ وہ انہیں کھٹکتی ہے توبہ کرتے ہیں۔ اللہ سے معافی چاہتے ہیں استغفار کرتے ہیں۔ جہاں تک غلطی ہو جانے کا تعلق ہے تو یہ تو انسانی خاصہ ہے اس سے کوئی بھی بری نہیں ہو سکتا سوائے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جو معصوم عن الخطا ہوتے ہیں کوئی بھی معصوم نہیں ہے کسی کو بہت بڑا کوئی منصب ملے تو اللہ کی طرف سے محفوظ ہو سکتا ہے معصوم کوئی نہیں۔ تو ذکر سے ایک حفاظت ایسے نصیب ہو جاتی ہے پھر بھی چھوٹی موٹی کوتاہیاں سستیاں یہ انسانی مزاج کا خاصہ ہیں اور انسان انسان ہی رہتا ہے۔

سوال :۔ دارالعرفان میں ایک ساتھی دوران ذکر شیخ کے قریب ذکر کر رہا ہے دوسرا دور بیٹھا ہے لیکن وہ بھی محبت و شوق سے ذکر کر رہا ہے تو کیا یہ مادی فاصلہ حصول فیض میں کمی بیشی کا سبب بن سکتا ہے؟

جواب :۔ ایک مجلس میں اس کا کوئی فرق نہیں پڑتا کوئی ساتھ بیٹھا ہے یا کوئی پچاس گز دور بیٹھا ہے یہ ایک عمارت ایک وقت کے ذکر میں اسے خود شیخ کرا رہا ہو تو اس سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن ایک شخص یہاں بیٹھ کر ذکر کر رہا ہے اور دوسرا دوسرے کسی شہر میں بیٹھ کر کسی اپنے ساتھی کے ساتھ یا خود اپنے طور پر کر رہا ہے تو اس تک جو برکات پہنچیں گی وہ یقیناً" اس سے کم

ہوں گی یہ تو فطری عمل ہے اس میں تو صوفیاء کا ایک قول ہے

کہ سگ حضوری بہ از ملک دوری

کتا اگر قریب بیٹھا ہو تو دور بیٹھنے والے فرشتے سے وہ بہتر رہتا ہے یعنی دور بیٹھنے والا بہت اچھا بھی ہو اور پاس بیٹھنے والا اس سے کمزور بھی ہو تو وہ زیادہ گین کر جاتا ہے لیکن اس سے مراد یہ نہیں کہ ایک کمرے میں جہاں ذکر ہو رہا ہے یہاں قریب بیٹھا ہو اس سے مراد یہ ہے کہ علاقائی فاصلے یا مادی فاصلے جو ہیں مثلاً یہاں اگر کوئی ذکر کر رہا ہے تو جہاں تک یہ تسلسل چلا جائے گا وہاں تک ایک ہی شمار ہو گا لیکن آپ دوسری جگہ الگ سے ذکر کر رہے ہیں دوسرے گاؤں میں دوسرے شہر میں دوسرے علاقے میں دوسرے ملک میں تو برکات جو ہیں تجلیات جو ہیں انوارات جو ہیں وہ تو پوری دنیا پر پہنچتے رہیں گے لیکن جو ریفلیکشن یا انعکاس ملاقات سے ہوتا ہے اس کی اپنی قوت ہوتی ہے۔ بلکہ اب دور رہنے والا ذکر بھی کرتے ہیں تو انہیں انوارات پہنچتے ہیں لیکن جب وہ خط لکھتے ہیں خط کا جواب لیتے ہیں تو جواب کے پڑھنے سے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے جو ذکر سے نہیں ہوتی اس لیے کہ اس میں براہ راست توجہ ہوتی ہے لکھنے والے کے ہاتھ کا اثر ہوتا ہے نگاہ کا اثر ہوتا ہے اس کی سوچ اور پوری اس کی توجہ اور انٹینشن INTENTION اس میں ضبط ہوتی رہتی ہے تو یہ تو ایک فطری عمل ہے لیکن یہاں آپ اس مجلس میں جو ذکر کرتے ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کون وہاں بیٹھا ہے اور کون وہاں بیٹھا ہے اگر کبھی کسی کو آواز دے کر قریب بٹھایا جاتا ہے تو جن ساتھیوں کو آگے مراقبات کرانے مقصود ہوں تو بجائے اس کے کہ آدمی اس سرے پر بیٹھا ہو اور اسے چلا چلا کر بتایا جائے یہ کرو وہ کرو تو ایسے ساتھیوں کو قریب بٹھا لیا جاتا ہے تاکہ وہ آواز آرام سے سن سکیں ورنہ یہاں ایسا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سوال:۔ درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اس کا ثواب صرف اپنی ذات کے لیے ہوتا ہے؟

جواب:۔ نہیں یہ بات نہیں۔ یہ سمجھنے میں غلطی لگتی ہے درود شریف سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی والہ وسلم کے کسی دوسرے پر پڑھا نہیں جا سکتا یعنی آپ اپنے والد پر آپ اپنے پیر پر آپ اپنے دوست پر درود پڑھ نہیں سکتے پڑھیں گے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی اس سے جو ثواب حاصل ہوتا ہے وہ آپ کا اپنا سرمایہ ہے پاس رکھیں یا کسی کو بخشیں اس پہ کسی کو اعتراض نہیں۔

ایصال ثواب کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ عمل جو آپ نفلی طور پر کرتے ہیں جو آپ پر فرض نہیں ہے جو فرض ہے وہ تو ذمہ داری ہو گئی وہ کسی کو کیا دوے وہ تو اپنی مجبوری ہے کہ وہ کرنا ہے لیکن فرض کے علاوہ آپ نوافل نماز پڑھتے ہیں یا تلاوت کرتے ہیں یا تسبیحات پڑھتے ہیں یا درود پڑھتے ہیں تو وہ آپ کا بنک بیلنس بنتا جاتا ہے اب اس میں آپ کی مرضی کہ آپ کس کو دینا چاہتے ہیں ہمارے ہاں یہ بھی رواج ہو گیا ہے کہ ثواب صرف مردوں کو بخشا جا سکتا ہے یہ بھی کوئی قید نہیں آپ کسی زندہ دوست کو باپ کو بھائی کو بہن کو بیٹے کو کسی زندہ انسان کو استاد کو کسی کو دینا چاہتے ہیں تو بھی وہ ثواب اس کے کھاتے میں آپ اللہ سے دعا کریں وہ اس کھاتے میں منتقل فرما دے گا بلکہ یہ اس حد تک ہوتا ہے۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے اور رات تھی آسمان کھلا ہوا تھا بے شمار ستاروں سے بھرا ہوا تھا تو حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھ لیا کہ یا رسول اللہ جس طرح یہ آسمان پر لا محدود حدوں تک ستارہ ہی ستارہ نظر آتا ہے انسان کے بس میں نہیں کہ انہیں شمار کر سکے کسی کا نامہ اعمال نیکیوں سے بھی اسی طرح مزین ہو گا اس طرح بھرا ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک عمرؓ کی نیکیاں بالکل ایسی ہی نظر آتی ہیں اعمال نامے میں جیسے یہ آسمان میں ستارے بھرے ہوئے ہیں۔ تو اگلا سوال انہوں نے یہ کیا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیاں ایسی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو میرے والد کی ابوبکرؓ کا کیا حال ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا تمہ...

اللہ تعالیٰ عنہ کے اعمال نامے کی بات نہ کرو اس نے جو تین
راتیں غار ثور میں میرے ساتھ پائیں ساری کائنات ان کا مقابلہ ہی
نہیں کر سکتی اعمال نامے کو الگ رہنے دو اس کی بات الگ ہے
اس کی اپنی قسمت یہ بات حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تک صحیح پہنچی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ نہ چلا
اور انہیں پتہ چل گیا تو؟ انہوں نے کہا بھائی پہلے اس سے کہ وہ یہ
بات سن لیں مجھے ان سے مل لینا چاہیے وہ پہلے ان کے پاس پہنچے
کہنے لگے میں آپؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد
سناؤں فرمایا ضرور سناؤ کہ رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے میرے بارے کہ میری نیکیاں اعمال نامے میں ایسی ہیں جیسے
آسمان پر ستارے۔۔۔۔

اس لیے تو آپؓ کے پاس آیا ہوں آپؓ یہ ساری نیکیاں
لے لیجئے اور آپؓ کو تین راتیں غار ثور میں نصیب ہوئی ہیں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ تو آپؓ وہ ایک رات جو ہے
اس کا ثواب مجھے دے دیجئے انہوں نے فرمایا پاگل ہو گئے ہو تم۔
نیکی نیکی ہوتی ہے اور رفاقت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کیفیت
رکھتی ہے میں کیوں دوں؟ دماغ خراب ہے میرا تم لے جاؤ اپنی
نیکیاں۔ تو انہوں نے کہا میں نہیں دیتا میں کیوں دوں رفاقت حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم کو میں کہتا ہوں! تمہاری نیکیوں بہت ہیں تم اپنی
نیکیاں پر عیش کرو مجھے کیا ضرورت ہے۔

یعنی یہ ایک بیلنس ہے میں یہ واقعہ عرض کر کے یہ سمجھانا
چاہتا ہوں کہ یہ آپ کا سرمایہ ہے آپ اسے بیچیں خریدیں رکھیں
کسی کو انعام دیں مفت دیں تو اس کے لیے آپ کو الفاظ کہنے کی
بھی ضرورت نہیں ہے آپ خلوص سے دل میں یہ سوچیں گے کہ
میری یہ نیکی کا ثواب فلاں شخص کے حساب میں جانا چاہیے تو اللہ
تو دلوں کی بات جانتا ہے وہ ادھر کنورٹ کر دے گا اس کے لیے
زندہ مردہ کی بھی قید نہیں کہ آپ کسی مرے ہوئے کو دیں۔ ہمارا
یہ بھی رواج ہے کہ مرنے کے بعد ہی دیتے ہیں زندگی میں بھی مدد
۔۔ حتیٰ ہے ایسی کوئی بات نہیں اور یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر زندہ

اولاد یا زندہ دوست یا احباب اچھے نہ ہوں اور ان کے لئے ایصال
ثواب کیا جائے تو اللہ انہیں نیکی کی طرف مائل کر دیتا ہے تو
انہیں تھوڑی تھوڑی روشنی سی پہنچنی شروع ہو جاتی ہے مزاج میں
تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے ایک آدمی خود نیکی نہیں کرتا یہ ویرانے میں کھڑا ہے وہاں بارش نہیں ہوتی آپ کبھی کبھی ایک
گلاس پانی کا بھی اسے ڈال دیتے ہیں تو اپنا اثر ضرور دکھاتا ہے
ایک آدمی خود نیکیاں نہیں کرتا تو آپ اس کے لیے اگر ایصال
ثواب کرنا شروع کر دیں تو اس کا مزاج آہستہ آہستہ بدلنا شروع ہو

بقیہ: وقت کی ضرورت

اسمبلی کے ممبران کو اور اس طرح وطن عزیز میں دو رنگی اور
منافقت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے گا اور پھر ہم جلد اوپر
سے نیچے تک مومن بن کر ضرب مومن لگانے کے قابل بن کر
سب محاذوں پر کامیاب رہیں گے۔ اگر ہم اب کے بھی نظام کا
فیصلہ نہ کر پائے تو پھر نظام مصطفیٰؐ ایرانی اور افغانی انقلابوں کی
طرح پاکستان میں بھی اگلے چند سالوں میں آ کر رہے گا۔ ہر کلمہ گو
کو اخلاقی طور پر ہر متوقع ممبر سے نظام مصطفیٰؐ کا مطالبہ کرنا چاہیے
جو مسلمان نظام مصطفیٰؐ کے حق میں نہ ہو اس منافق کو ہرگز ووٹ
نہ دیا جائے۔ نظام مصطفیٰؐ ہر مسلمان کا بلاخطر کھلا ایمانی مطالبہ
ہے۔ نظام مصطفیٰؐ پر متفق اور متحد ہو جانے سے انشاء اللہ ہمارے
سب بحران بتدریج حل ہو جائیں گے۔

(بشکریہ نوائے وقت)

مکان برائے فروخت

او۔پیہ سوسائٹی میں مکان نمبر ۹۴۔ برائے فروخت ہے۔ لاگت کے
ریٹ پر

رابطہ :۔ سید فرزند علی۔ مکان نمبر ۹۴ او۔پیہ سوسائٹی ۔ کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور۔

دینی جماعتیں

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

یوں تو اس ملک میں دینی جماعتیں اتنی ہیں کہ سانپوں کی قسموں کا شمار ہو سکتا ہے مگر دینی جماعتوں کی تعداد معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ حیرت کا مقام ہے کیونکہ جماعت کا لفظ افراد کے اس مجموعے کے لیے بولا جاتا ہے جن کی زندگی کا نصب العین ایک ہو۔ ظاہر ہے کہ دینی جماعت وہ ہے جس کے افراد کا نصب العین صرف دین ہو اور دین ایک ہو لہٰذا دینی جماعت بھی ایک ہی ہونی چاہیے۔ جیسا کہ عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ کے دوران ہوتا رہا لہٰذا دو میں سے ایک بات ماننی پڑے گی۔ یا تو دین ایک نہیں یا یہ جماعتیں دینی نہیں یہ بات کسی منطق سے درست معلوم نہیں ہوتی کہ دین تو ایک ہو مگر دینی جماعتیں بے شمار ہوں اور ہوں بھی ایک دوسرے کی دشمن لگتا یوں ہے جیسے یہ "دینی" جماعتیں نہیں بلکہ "دے نی" جماعتیں ہیں۔ "نی" کا لفظ پنجابی زبان میں مونث کو مخاطب کرتے وقت بولا جاتا ہے جیسے "وے" مذکر کے لیے مثلاً "وے نور دینا" اور "نی سکینہ" یعنی یہ جماعتیں قوم کو کہہ رہی ہیں۔ "نی میری قوم۔ مینوں اقتدار دے ناں"۔

اس لیے یہاں ان دینی جماعتوں کا ذکر مقصود ہے جو لیلائے اقتدار کو حبالہ عقد میں لینے کے لیے خم ٹھونک کے میدان سیاست میں اتر آئی ہیں۔ ان میں چھوٹی جماعتیں بھی ہیں اور بڑی بھی اور بالکل نو وارد بھی جنہیں صرف ایک بار الیکشن میں حصہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی اور بڑی باقاعدگی سے اپنے تمام امیدواروں کی ضمانتیں ضبط کرائیں۔

ان میں سب سے بڑی دینی جماعت پاکستان پیپلزپارٹی ہے کیونکہ باقی سب دینی جماعتوں نے اس کی برتری کے لیے متفقہ پروگرام بنایا ہے۔ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ ریاکار جماعت نہیں بلکہ یہ صوفیوں کے ایک گروہ سے مشابہت رکھتی ہے جس کو ملامیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنی خوبیاں اور ہنر چھپاتے ہیں اور یونہی کوئی عیب اپنے سے منسوب کر لیتے ہیں اسی طرح یہ پارٹی اپنی دینداری اور دین پرستی تو چھپا رکھتی ہے اور سوشلزم کا ایک عیب اپنے ساتھ منسوب کر لیتی ہے۔

اس پارٹی کے عظیم دینی پارٹی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جتنی جماعتیں۔ دینی جماعتوں کے نام سے مشہور ہیں ان سب نے محترمہ بے نظیر کی قیادت عظمیٰ پر اتفاق کر لیا ہے اور سب نے یہ تسلیم کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ جن دینی جماعتوں کے قائدین نے ماضی میں عورت کی حکمرانی کے خلاف کچھ لکھا یا کہا انہوں نے اب سجدہ سہو کر لیا ہے اور نہ جانے استغفار کے کتنے لاکھ نکالے ہیں۔

اس کی عظمت کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ تمام دینی جماعتوں نے اس پر کامل اتفاق کر لیا ہے کہ آپ کے الیکشن میں P.P. کو مکمل طور پر کامیاب کرنا ہے دو تہائی نہیں بلکہ سو فیصد۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سب دینی جماعتیں P.P. کے حق میں پروپگنڈا کریں تاکہ اس کے ووٹوں کی تعداد میں اضافہ ہو مگر یہ صورت دو وجہ سے ممکن نہیں ایک اس وجہ سے کہ یہ پارٹی سیکولر پارٹی کے عنوان سے مشہور ہے تو دینی جماعتیں کس منہ سے اس کے حق میں پراپیگنڈہ کریں دوسری وجہ یہ P.P. کے ووٹ سکہ بند ہیں وہ صرف جیالوں کے ووٹ ہیں وہ گھٹ بڑھ نہیں سکتے۔ کوئی غیر جیالا بقائمی ہوش و حواس یہ جھک نہیں مار سکتا P.P. کو ووٹ دے۔

تمام دینی جماعتوں کو اس حقیقت کا اچھی طرح علم ہے مگر یہ عقدہ

حل کرنا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ سب جماعتوں کے قائدین سر جوڑ کر بیٹھے کتاب الحیل کھول لی اور حل نکل آیا۔

اس حل کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے سروے کر کے دیکھا جائے کہ گزشتہ الیکشن میں P.P. کے امیدوار کہاں کہاں ناکام ہوئے۔ ہر ایسے حلقہ میں دینی جماعتوں کا ایک متفقہ امیدوار کھڑا کر دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا یہ P.P. کے ووٹ تو سکہ بند ہیں۔ وہ ملنے ہی ملنے ہیں۔ جو ووٹ P.P. کو نہیں مل سکے وہ ان ووٹروں کے ہیں جن کا عملی یا جذباتی تعلق کسی درجہ میں اسلام سے ہے جب وہ اپنے سامنے دینی جماعتوں کا نمائندہ چھپاتا ہوا پائیں گے تو اس جال میں پھنس جائیں گے۔ اس طرح سابقہ جیتنے والے امیدوار کے ووٹ لازماً کم ہو جائیں گے اور P.P. کا امیدوار لازماً جیت جائے گا اس کو کہتے ہیں۔ لاٹھی بھی بچ جائے اور سانپ بھی مرجائے۔ اس تدبیر کے اختیار کرنے سے خطرہ ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ دینی جماعتوں کے امیدوار اپنی ضمانتیں ضبط کرالیں گے مگر اس عظیم دینی جماعت کے لیے باقی حقیر دینی جماعتوں کی یہ حقیر سی قربانی کر دینا دنیا و آخرت کی فلاح کی یقینی ضمانت ہے۔ امید واثق ہے کہ دینی جماعتوں کی اس قربانی کی وجہ سے اس دفعہ P.P. کو شاندار کامیابی نصیب ہو گی اور اس کی قیادت عظمیٰ کا فیض عام ہو جائے گا۔

P.P. کی دینی عظمت کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ حال ہی میں P.P. کی قیادت عظمیٰ نے اعلان کیا تھا کہ میں اسلام کو ملاؤں سے آزاد کرانا چاہتی ہوں یہ گویا اس کے نئے منشور میں ایک مشن کا اضافہ ہے اور یہ بڑا عظیم کارنامہ ہو گا بیچارا اسلام صدیوں سے ملاؤں کی غلامی میں جکڑا ہوا ہے سسکیاں لے رہا ہے مگر کسی کو اس پر رحم نہیں آیا وہاں تو اب اسلام کو ان ظالموں سے آزاد کرانے کے بعد بی بی کو کب یہ گوارا ہو گا کہ اس یتیم کو بے سہارا چھوڑ دے وہ لازماً اس کو مناسب ہاتھوں میں دے گی اور ظاہر ہے کہ اس کام کے لیے موزوں ترین ہستیاں بی بی کی بہنیں نیلو، نشو، ریما اور بابرا شریف ہی تو ہیں یہ چار کونسل یقیناً اسلام کی بہترین طریقے سے دیکھ بھال کریں گی۔ سب سے پہلے تو یہ چار کونسل ایک جلوس کی شکل میں اسلام کو قید سے آزاد کرا کے لائے گی۔ اس میں سب فلمکارائیں، اداکارائیں اور رقاصائیں شامل ہوں گی۔ ہاں تو اس آزادی کی خوشی تو یقیناً ڈھولوں بھانڈوں اور کنجروں وغیرہ V.I.P حضرات کو بھی ہو گی مگر انہیں اس جلوس میں شامل نہیں لیا جائے گا۔ صرف پہلی قسم کی مخلوق ہو گی اور وہ طبلے کی تھاپ پر یہ گاتے ہوئے اسلام کو لائے گی کہ

گھر آیا میرا پردیسی

پھر اپنی پسند کا لباس عریانی پہن کر صلائے عام دے گی کہ دنیا بھر کے مسلمانو! "اصلی تے وڈا اسلام" دیکھنا ہے تو پاکستان میں آؤ اور اس عظیم دینی جماعت کا تازہ کارنامہ دیکھ لو۔

کیا اب بھی اس کی دینی عظمت کے قائل ہونے میں کوئی مانع رہ گیا ہے لہٰذا تمام دینی جماعتوں کا دینی فریضہ ہے کہ پورے خلوص اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اس کار خیر دامے درمے قدمے، سخنے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔ خدا جانے پھر یہ موقعہ ملے یا نہ ملے۔

جفائیں بھی، ہیں فریب بھی ہیں نمود بھی ستمگار بھی ہے
اور اس پہ دعوائے حق پرستی اور اس پر یاں اعتبار بھی ہے

اظہار تعزیت

صوبیدار مشتاق حسین کے والد فضل احمد ولد باغ علی رضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعا کی درخواست ہے۔

محمد عمر خان ڈیرہ غازی خان سے جو کوٹلی نجابت ضلع ملتان میں مدرس تھے، بہت پرانے ساتھی تھے، ۶۔ نومبر ۱۹۹۲ء کو وصال فرما گئے۔ ساتھیوں سے دعا اور ایصال ثواب کے لیے درخواست ہے۔

دینی اور دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج

پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تعاون سے

ہوسٹل کی سہولت دستیاب ہے

صِفّہ کالج لاہور

اِقبال کے شاہینوں کا مسکن

داخلہ جاری

ایف اے - بی اے

ایف - ایس - سی

پری انجینئرنگ اور پری میڈیکل

- صحت مند پاکیزہ ماحول
- نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ کردار سازی پر خصوصی توجّہ
- کمپیوٹر کی لازمی ٹریننگ
- جسمانی تربیت کے لیے مارشل آرٹس

محل وقوع

اکبر چوک ٹاؤن شپ سے کالج روڈ پر چار کلومیٹر کے فاصلے پر ادیسیہ ہاؤسنگ سوسائٹی (اللہ والی ٹینکی) کے ساتھ

ویلین نمبر۔4 کے آخری سٹاپ باگڑیاں چوک سے پہلے مسلم چوک سٹاپ سے 400 میٹر مغرب کی جانب فون 842998

اجتماع

لنگر مخدوم

14 اکتوبر بروز جمعرات شروع ہوگا

اور جمعہ کے روز جاری رہے گا

کرنل مطلوب حسین ناظم اعلیٰ

ٹرانسپورٹ کے لیے
سرگودھا اڈہ پر
سرگودھا جماعت کی طرف سے
انتظام ہوگا۔ جس کی
آخری بس 5 بجے
شام روانہ ہوگی۔
آخری بس کیلئے
انتظار کیجئے،
ایسا نہ ہو آپ کو اس
میں جگہ نہ مل سکے۔

تصوّف کیا نہیں؟

تصوّف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دِلانے کا نام تصوّف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوّف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوّف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جَلانے کا نام تصوّف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوّف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوّف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوّف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوّف کا لازمہ بلکہ عینِ تصوّف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوّفِ اِسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوّف کی عین ضِد ہیں۔

(دلائل السُّلُوک)

Reg. No. ...

غبارِ راہ

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر
حصّہ دوم بھی چھپ چکا ہے۔

جس میں سفر بھی ہے، سیر بھی ہے، مزاح بھی ہے، تہذیبِ مغرب کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ مگر ان سب کے علاوہ اور ان سب پر مقدم اُس مقدس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک منفرد شان، حُسن اور مقصدیت بخشتا ہے۔ اِس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ،
کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت : ۱۲۰ روپے

AWAISIA SOCIETY, COLLEGE ROAD, TOWNSHIP
LAHORE : CODE 54770
PHONE : 844909

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255